بعون صانع مکین و مکان و فضل خلاق جہان و جہانیان

سوانح عمری ماہ برج خوبی و مہر سپہر محبوبی پیکر جو منظر خطاب ابی المحامد ماہ لقا بائی موسوم

حیات ماہ لقا

۱۳۲۴

۱۹۰۶ء

مرتبہ مولوی غلام صمدانی خان گوہر مولف تزک محبوبیہ و مصنف دربار آصف وغیرہ و ایڈیٹر اخبار جلوہ محبوب و محبوب کل

عدالت سرکار عالی

در مطبع نظام المطابع بازار چھتہ حیدرآباد دکن طبع گردید

بشیر احمد کاتب

تمہید

ماہ لقابائی کے نام سے کون واقف نہیں ہے۔ اور چنداجی کا نام کون ہے جو سنا نہین۔ اوسکو انتقال کئے ابھی سو برس بھی پورے نہین ہوئے۔ جسکا مقبرہ عالیشان اور سرا کوہ شریف کے پائین مین واقع ہین جہان ہر سال عرس شریف کے موقع پر ہزارون تماش بین اور زائرین فروکش ہوتے ہین جسکو حیدر آباد دکن کا ہر امیر فقیر اور برنا و پیر جانتا ہے۔ اور یہ بات بھی ہر ایک کو معلوم ہے کہ ماہ لقابائی لطیفہ گوئی۔ بذلہ سنجی۔ شاعری۔ مروت۔ اخلاق۔ فیاضی۔ دولت ثروت۔ حکومت مین اپنے زمانہ مین یکتائے روزگار مانی جاتی تہین۔ باوجود اکم سو ۸۸ برس کے پیشتر ہزارون اشخاص بلکہ لاکھون مہ لقابائی کے جمال جہان آرا کے مشتاق۔ اور اوسکی نظر عنایت کے امیدوار رہتے تھے افسوس ہے کہ اب وہ ماہ لقابائی موجود ہے اور نہ اوسکے چاہنے والون کا وجود باقی ہے۔ امتداد زمانہ نے بالکل کایا پلیٹ دیا ہے۔ ایک ماہ لقابائی پر ہی کیا منحصر ہے۔ ہر ایک انسان کیلئے یہی معاملہ درپیش ہے۔ مگر اب بھی ماہ لقابائی کا کلام اور حالات اوسکے نام کو باقی رکہنے والے اور اوسکی یاد کو تازہ کرنیوالے زمانہ مین موجود ہین۔ عام دستور کے موافق ایک ایسا زمانہ آنیوالا ہے کہ اب جو کچہ بچا بچایا قبر کا نشان اور مقبرہ وسرا موجود ہین اونکا بھی پتہ نہ ملیگا۔ سب زمین کے برابر ہوجائینگے لیکن تمھی کلام اور حالات آجتک باقی رہے اور آیندہ بھی باقی رہینگے۔

چنانچہ ہم نے بڑی جستجو اور بعد تلاش سے ماہ لقابائی کا ہندی دیوان اور خاندانی حالات پیدا اور فراہم کرکے طبع کرائے ہین۔ جو ہدیۂ ناظرین ہین۔ اگر ہماری خوش قسمتی سے پبلک نے اسکو قدردانی کی نظر سے دیکھا اور لطف اوٹھایا تو ہماری محنت و مشقت چیز ہوگئی۔ اور بصورت بالعکس ہمیں شکایت اور گلہ بھی نہین ہے۔ فقط

۲۱۔ ربیع الاول ۱۳۲۴ھ
حیدرآباد دکن۔ دارالشفا

سلطنت آصفیہ کا نمک خوار
گوہر حیدرآبادی

چندا بی بی المخاطب ماہ لقابائی

کے

خاندانی حالات اور حسبی و نسبی واقعات

جس زمانہ مین کہ ہندوستان جنت نشان کی زمام فرمان روائی حضرت ابوالفتح نصیر الدین محمد شاہ بادشاہ فردوس آرامگاہ کے دست قدرت مین تھی - اور شہر جہان آباد (دہلی) پر سرسبزی و شادابی کے باعث جوبن پھٹا پڑتا تھا - ایک شخص غریب الوطن مفلس و آوارہ - لیکن شریف خاندان - عالی ہمت خواجہ محمد حسین خان نام قصبۂ بارہہ (جو سادات زیدی کا مسکن و مقام ہے) کا رہنے والا وارد دہلی ہوا - چونکہ ملکی و مالی حالات سے ماہر سلیقہ شعار - بلند فطرت تھا - اسلئے بسبب اپنی جوہر کاردانی کے باعث احمد آباد (گجرات) کے ناظم کیطرف سے کروڑگیری پر مامور رہا - مزاج مین عیاشی اور حسن پرستی کا چسکا بہت تھا اسلئے عقد کے لئے کسی خوبصورت عورت کے تلاش شروع کی - اتفاقاً ایک بزرگ خواجہ زادگان سے کاٹھیاواڑ کے رہنے والے احمد آباد (گجرات) مین مقیم تھے - لیکن غربت کے باعث نہایت مستغنی المزاج دولت دنیا سے فارغ و بیفکر رہتے تھے - اون کو ایک لڑکی ماہ پیکر رشک حور چندا بی بی نام موجود تھی - چنانچہ خواجہ محمد حسین خان سے لئے پیام بھیجکر

اون بزرگ کو راضی کیا - اور اوس لڑکی کو اپنے حبالۂ عقد مین لایا - ایک مدت تک
عیش و کامرانی مین (۱۹) بچے پیدا ہوئے - مگر حوادث روزگار کے باعث اکثر کمسنی
مین چل بسے - صرف پانچ بچے مثل حواس خمسہ زندہ باقی رہے - جو آئندہ عمر طبعی کو پہونچے
اون مین دو لڑکے غلام حسین و غلام محمد نام تھے - اور تین لڑکیان جنکو نور بی بی - لونی بی بی
سیدہ بی بی کہتے تھے -

چونکہ فلک کج رفتار کی چال ایک وضع پر نہین رہتی - اور خواجہ محمد حسین خان کی زندگی
ہمیشہ عیش و طرب مین گزرتی تھی - اسکے ساتھ اصراف و فضول خرچی بھی طبیعت مین
بہت تھی - چنانچہ اس اصراف و فضول خرچی کے بدولت ذاتی رقم کے علاوہ بہت کچھ
سرکاری امانتی رقم بھی خان مذکور کے تصرف مین آگئی - دشمنون نے اس کی خبر
ناظم احمد آباد کو پہونچائی - فوراً حسابات کے جانچ پڑتال کی گئی - جس مین کچھ واجبی اور کچھ
غیر واجبی مد نکالی گئی - مد کی مقدار ایسی زیادہ تھی کہ جسکی ادائی محال تھی - آخر
خواجہ محمد حسین خان نے بہ پاس آبرو بکمال سراسیمگی کے حالت مین فرار پر کمر باندھی - اور اپنے
وطن مالوفہ کو روانہ ہوگیا - بیوی بچون کو مصیبت کا شکار بنایا - اور بلدۂ احمد آباد مین بیکس
و لاوارث چھوڑ گیا - جب ناظم گجرات کو محمد حسین خان کے فرار کی خبر لگی تو تمام نقد و
جنس جو کچھ موجود تھا ضبط کر لیا - بلکہ چندابی بی کو بھی معہ اوسکے چھوٹے چھوٹے
بچون کے نظر بند کیا -

چندابی بی کی فراری

چند روز ان بیکسون نے تھوڑے بہت متفرق اشیاء جو ضبطی سے
بچے ہوئے تھے اون کو بیچکر غربت کے ساتھ جوار باجرا کھا کر نظر بندی
مین گزارا - جب کچھ بھی نرہا تو چندابی بی نے فاقہ کشی سے تنگ آکر آخر فرار کی ٹھرائی -
اور بچون کو لیکر آبادی کو چھوڑ جنگل کا راستہ لیا -

چندابی بی کا قصبہ دہولیہ مین پہونچنا

چنانچہ چند روز کی صحرا نوردی کے بعد چندابی بی کا گزر نہ

بہ مقتضائے قضا و قدر قصبۂ دیولیہ مین ہوا۔ جہان یہہ غمزدہ معہ اپنے کمسن بچون کے اتفاقات وشامت کے باعث بھنگیون کے محلہ مین قیام پذیر ہوئی۔ اور بھنگیون نے ان غریب الوطنون پر ترس کھاکر چندے اون کی قوت بسری کا سامان کر دیا۔ لیکن چند روز کے بعد ان بھنگیون نے چندا بی بی کو یہہ ترغیب دی کہ اب حسب ونسب کو طاق پر رکھکر ان لڑکیون کو جو حسن وجمال مین ماہ چہاردہ ہین رقص وسرود کی تعلیم دلائی جائے۔ تاکہ کسب معاش وتحصیل قوت کا ذریعہ نکلے۔ اور فراغت سے گزرے۔ اول تو چندا بی بی نے اس تجویز کو نفرت کی نگاہ سے دیکھا۔ لیکن جب بیکسی اور فاقہ کشی پر نظر ڈالی تو آخر اوس تجویز پر کاربند ہونا پڑا۔ چنانچہ لڑکیون کو رقص وسرود کی تعلیم دلانا شروع کی۔

راجہ سالم سنگہ کی خبر گیری

انہین دنون قصبۂ دیولیہ کا حاکم (راجہ) سالم سنگہ نام نہایت نامور شجیع۔ حسن وجمال مین بےنظیر۔ مال ودولت جمعیت وحشمت کی زیادتی کے باعث صوبۂ گجرات مین مشہور تھا۔ جب اوسکو خواجہ محمد حسین خان کے عیال واطفال کی بےسروسامانی کی کیفیت معلوم ہوئی تو بلحاظ سرداری اون کی خبرگیری شروع کی اور ان مصیبت زدون کے رہنے کے لئے ایک مکان بھی دیا۔ اور اوس کے ساتھہ ضروری اسباب بھی مہیا کر دیا۔

راجہ سالم سنگہ کا عشق میدہ بی بی کے ساتھہ

چند روز کے بعد چندا بی بی کی چھوٹی لڑکی میدہ بی بی کے حسن وجمال نے سالم سنگہ کو ایسا شیفتہ وشیدا کیا کہ صبر وقرار جاتا رہا چنانچہ اوس دوشیزہ حورپیکر کے رام کرنے کے لئے تحفہ وتحائف بھیجنا شروع کیا۔ بعد چند روز کے میدہ بی بی سے اپنا مافی الضمیر ظاہر کیا۔ جسکو چندا بی بی نے بمصلحت وقت قبول کیا۔ اور میدہ بی بی کو ہم آغوشی کے لئے راجہ سالم سنگہ کے گھر بھیج دیا۔

مہتاب بی بی کا تولد

کچھہ مدت کے بعد راجہ سالم سنگہ کے صلب سے میدہ بی بی کو ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ جسکا نام مہتاب بی بی رکھا گیا۔ لایق نجومیون نے

اِس نومولود لڑکی کے متعلق یہہ حکم لگایا کہ یہ لڑکی آئندہ کسی امیر ذیشان یا وزیر والاتدبیر کی حرم محترم ہوگی - چنانچہ یہہ پیشین گوئی بہت صحیح ثابت ہوئی جس کا ذکر آئندہ آوے گا -

سالم سنگھ کی زوجہ کا سیدہ بی بی پر جادو کرنا

الحاصل جب سیدہ بی بی کے بطن سے یہ لڑکی پیدا ہوئی تو راجہ سالم سنگھ کی محبت روز بروز زیادہ ہونے لگی

ادھر راجہ سالم سنگھ کی منکوحہ رانی نے رشک و حسد کے باعث سیدہ بی بی پر جادو - منتر - جنتر کرنا شروع کیا - چنانچہ اوس کی تاثیر سے ایک روز سیدہ بی بی دفعتاً مثل مرض سکتہ کے بحس و حرکت ہوگئی بلکہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ طایر روح قفس عنصری سے پرواز کرگیا ہے - چونکہ فضل ایزدی شامل حال اور رشتۂ حیات مضبوط تھا - اِسلئے تعویذ - فلیتہ - جنتر منتر سے چند روز کے بعد سیدہ بی بی کا مزاج درست ہوگیا -

چندا بی بی کا انتقال

لیکن اِس صدمۂ جانکاہ سے سیدہ بی بی کی ماں چندہ بی بی نے یکایک انتقال کیا جس سے یہہ نوجوان لڑکیان سخت خایف اور ہراسان ہوئین - اور خیال یہہ ہوا کہ کہین ہمارا حال بھی ایسا نہ ہوجائے - اِس سلئے اپنے اپنے جان کی حفاظت کرنے لگین

بھگتیون کے ساتھ تینون لڑکیون کی فراری

جس زمانہ مین کہ چندا بی بی اپنی لڑکیون کے ساتھہ قصبۂ دیولیہ کے بھگتیون کے محلہ مین فروکش ہوئی اور بعد از انکار بسیار رقص و سرود کی تعلیم لڑکیون کو دلانا شروع کی تھی اور سیدہ بی بی کو رام سنگھ کی ہمجوابی کے لئے بھیجا تھا تو نور بی بی اکثر شوق و محبت سے بھگتیون کے گھر جاکر گانے بجانے کی تعلیم حاصل کرتی اور گھر مین آکر اپنی چھوٹی بہن بولن بی بی کو بھی اوس کی تعلیم دیتی تھی چنانچہ یہہ دونون بہنین علم موسیقی مین اعلےٰ درجہ کی ماہر ہوگئین - اور بھگتیون کو تعلیم دینے کے باعث ان لڑکیون پر ہر طرح کی حکومت ہوگئی تھی - جب چندہ بی بی کا انتقال ہوگیا تو

سیدان صاف ہوگیا - اور ان بھگتیون نے اپنے کمانے اور نفع پیدا کرنیکی خواہش مین یہہ تجویز کی کہ سیدہ بی بی کو سالم سنگہ کے گھر سے بہگاکر سب بچیاتھہ کسی دوسرے ملک مین بھاگ کر چلے جائین - اور وہان ان لڑکیون کے ذریعہ خوب کمائین - چونکہ جادو منتر کا خوف ان لڑکیون کے دل مین بید بیٹھا ہوا تھا اسلئے اس تجویز پر فوراً راضی ہوگئین - اور ایک تقریب کے موقع پر قابو پاکر سیدہ بی بی کو راجہ سالم سنگہ کے گھر سے نکال لائے - اور سب کے سب معہ بھگتیون کے فرار ہوگئے - چنانچہ صوبہ مالوا کے راستہ سے دریائے نربدا عبور کر کے ملک دکن کو روانہ ہوئے - مگر اس پریشانی اور دوڑ دھوپ مین سیدہ بی بی کے دونون بھائی غلام حسین و غلام محمد (جو اس سفر مین ساتھہ تھے) کہین چھوٹ گئے - حتے کہ ہمیشہ کے لئے مفقود الخبر ہوگئے - اب ان لڑکیون کے پاس کوئی محرم مرد کی صورت نرہی -

بھگتیون کا مع لڑکیون کے برہانپور پہونچنا - اور تبدیل نام کرنا

یہہ زمانہ ہندوستان مین فردوس آرامگاہ محمد شاہ کی پادشاہی کا تھا - اور نواب نظام الملک آصف جاہ بہادر برہانپور مین معہ لشکر فیروزی رونق افروز تھے - چنانچہ یہہ بھگتیے لڑکیون کو لیکر بعد قطع مراحل سنہ ۱۱۶۱ھ مین اولاً وارد برہانپور ہوئے - اور لشکر فیروزی مین قیام کیا - جب لشکر فیروزی برہانپور سے کوچ کر کے اورنگ آباد آیا تو یہہ بھی لشکر فیروزی کے ساتھہ ساتھہ اورنگ آباد آئے - چونکہ ان لڑکیون کو تحصیل معاش کا کوئی ذریعہ نہ تھا اسلئے اورنگ آباد پہونچنے کے بعد بھگتیون کے ترغیب سے رقاصی کا پیشہ اختیار کر کے اپنے شہرت دینے اور اس شہرت کے ساتھہ اصلی نام تبدیل کر کے نور بی بی عرف کنور بائی* - اور

---

* لفظ کنور کے اختیار کرنیکا اسباب ان لڑکیون کے دل مین یہہ پیدا ہوئے کہ کنور کا لفظ عمدہ اور بہتر ہے کیونکہ جو راجہ زادگان اور فرزندان راجہ ہوتے ہین اون کو کنور سے مخاطب کرتے ہین چنانچہ اس وجہ سے انہون نے اپنے اپنے نام کے ساتھہ یہ عمدہ لفظ ایزاد کیا تھا - اور آیندہ ہم بھی ان کو انہین پیارے نامون سے یاد کیا کرینگے - ۱۲

بولن بی بی بولن کنور بائی - اور مسبدہ بی بی براج کنور بائی - اور مہتاب بی بی مہتاب کنور بائی سے موسوم ہوئین - اور مہتاب کنور بائی کو (جو راجہ سالم سنگھ کے صلب سے تھی) معہ براج کنور بائی کے گھر مین چھوڑ کر یہہ دونون ناچ گانے کو جانے لگین - چنانچہ تھوڑے ہی عرصہ مین ان کی شہرت ایسی ہوگئی کہ اکثر امرا و اعزا کے پاس ناچ و مجرے کی طلبی ہونے لگی - اور براج کنور بائی کا اختلاط و ارتباط امرائے آصفجاہی سے ایسا بڑھا کہ ہر ایک انہین کا دم بھرنے لگا -

عماد الدولہ بہادر و بہادر شاہ اور آصف جاہ بہادر کا انتقال

جن ایام مین کہ آصف جاہ نظام الملک بہادر برہانپور مین مشغول سیر و شکار تھے - اوایل ۱۱۶۱ھ مین یہ خبر بد آئی کہ احمد شاہ ابدالی نے دھلی پر چڑھائی کی - اور عماد الدولہ چین قمر الدین خان مدار المہام سلطنت مقتول ہوئے - اور محمد شاہ بادشاہ نے وفات پائی -

بمجرد استماع اس خبر وحشت اثر کے نواب آصف جاہ بہادر کی خاطر شگفتہ پژمردہ ہوگئی چونکہ سن شریف بھی عمر طبعی کو پہونچ چکا تھا - اسلئے دفعتاً مزاج مبارک جادۂ اعتدال سے منحرف ہوا - اور ضعف و نقاہت کی زیادتی ہوئی - اطبا و حاذق حاضر ہوئے - علاج شروع کیا گیا - اور ۲۷ جمادی الاول ۱۱۶۱ھ کو برہانپور سے کوچ کرکے زینآباد کے جنوب رویہ لشکر فیروزی کا مضرب قیام ہوا - لیکن افسوس ہے کہ مرض مین افاقہ نہ ہوا - روز بروز ترقی پذیر ہوتا چلا - آخر ۵ جمادی الثانی ۱۱۶۱ھ روز یکشنبہ کو اس اولوالعزم اور نامدار رئیس اعظم (آصف جاہ بہادر) نے اعلیٰ علیین کا راستہ لیا - بعد انتقال مغفرتمآب کے لقب سے ملقب ہوئے - انا للہ و انا الیہ راجعون -

مہتاب کنور بائی کو ارسطو جاہ بہادر کا اپنے نکاح مین لانا اور صاحب جی صاحبہ خطاب ملنا

اس کے چند روز بعد وہ پیشین گوئی جو نجومیون نے مہتاب کنور بائی کے نسبت کی تھی اوسکا ظہور ہوا یعنے احتشام جنگ رکن الدولہ بہادر مدار المہام

صاحب کنور بائی کے حسن خداداد کے ایسے والہ و شیدا ہوئے کہ اوسکی ماں (رنگ کنور بائی) کو راضی کرکے مہتاب کنور بائی کو اپنے عقد شرعی مین لایا- اور صاحب جی صاحبہ خطاب عطا کیا-

ارسطو جاہ بہادر کے دل مین مہتاب کنور بائی کی محبت و الفت نے ایسا گھر کیا تھا- اور اوس کے طالع بلند نے ایسی یاوری کی تھی کہ سیر و شکار- سفر و حضر- بلکہ مہمات جنگی مین بھی بہ تجمل و احتشام ہاتھی پر سوار رکن الدولہ کے ہمراہ رہتی تھی- اور جہان کہین قیام ہوتا تو تمام فوج شاہی صف باندھکر آداب بجالاتی-

جب ارسطو جاہ بہادر- راؤ اعظم مادھو راؤ نیڈٹ پردہان کی ملاقات کے لئے پونہ کو روانہ ہوئے تو مہتاب کنور بائی بھی ساتھ تھین-

بہرحال ارسطو جاہ بہادر کو مہتاب کنور بائی کی جدائی اور مفارقت ایک منٹ کے لئے بھی ناگوار تھی- اور ارسطو جاہ بہادر کے خاطر و خوشی کے لئے اکثر امرائے نامدار و منصبدار شاہی- مہتاب کنور بائی کا کمال اعزاز و احترام کرتے تھے- چنانچہ ظفر الدولہ مبارز الملک بہادر و شمشیر الدولہ بہادر جیسے امرائے نامدار زنانی ڈیوڑھی (مہتاب کنور بائی کا محل) پر حاضر ہوکر مراسم سلام نیاز اور عیدین کے مبارکباد بجالاتے تھے اور محل سرا (مہتاب کنور بائی) کے اندر سے ان امرائے نامدار کو پاندان رخصت مرحمت ہوتا تھا-

علاوہ برین خود رکن الدولہ بہادر بھی نہایت عزت و توقیر فرماتے تھے- جسکے باعث رکن الدولہ بہادر کے بھائیان شرف الدولہ شرف الملک بہادر- میر حامد یار خان ارسلان یار جنگ بہادر اور میر ایزدیار خان حشمت جنگ بہادر بھی بکمال ادب سے آداب بجالاتے تھے- جب رکن الدولہ بہادر نے شہادت پائی تو مہتاب کنور بائی اپنی اصابت و نجابت کے باعث مثل پردہ نشینان سلف آپ کی گوشہ نشینی اختیار کی- اور ہمیشہ پنجگانہ نماز اور روزہ- وظائف و اوراد و تسبیح و تہلیل مین تمام عمر بسر کی-

ماہ لقا بائی کا تولد

اورنگ آباد کی سکونت کے زمانہ مین راج کنور بائی حاملہ ہوئی اور بعد ایام معترہ وضع حمل ہونے پر ایک لڑکی پری پیکر حور منظر پیدا ہوئی جسکا نام چاند بی بی رکھا گیا۔ یہہ لڑکی ایسی حسین و مہ پارہ تھی کہ ایام دوشیزگی و خورد سالی مین ہی نواب رکن الدولہ سید لشکر خان نے (جو نواب میر نظام علیخان بہادر کے وزیر تھے) اوس کے حسن لاثانی کے والہ و فریفتہ ہو کر اپنے محل مین لا کر رکھا۔ اور نواب ممدوح اوس سے اس قدر محبت و دلبستگی رکھتے تھے کہ اگر کبھی چاند بی بی بمقتضائے کم سنی لہو و لعب مین مشغول ہوتی تو آپ بھی اوس کے پاس خاطر سے اوس لہو و لعب مین شریک ہوتے۔ مگر افسوس ہے کہ یہہ حور منظر ایک لڑکا پیدا ہونے کے بعد انتقال کر گئی۔ جس کا داغ نواب معز کے دل پر جدا ہوا

تہور جنگ بخشی مرد خاص سے راج کنور بائی کا تعلق پیدا ہونا

جب ان بہنون نے (کیونکہ یہہ لڑکیان انھین کے زیر اطاعت تھین) لشکر آصفجاہی مین اپنے پیدائش و کمائی کی صورت دیکھی تو مستقل طور پر قیام کر لیا۔ اور راج کنور بائی سے اکثر امرائے آصفجاہی محبت و الفت کرنے لگے۔ کیونکہ راج کنور بائی یہ نسبت اپنی دوسری بہنون کے نہایت مقبول صورت نیک سیرت۔ صاحب اخلاق اور بامروت تھی مگر کسی کا بھی کند مدعا راج کنور بائی کے محل مقصود پر نہ پہونچا۔ اور حسب نوشت ازلی و تقدیر لم یزلی راج کنور بائی کا نقش مولانا امیر نامدار نواب تہور جنگ بہادر آصفجاہی بخشی مرد خاص کے لوح دل پر درست بیٹھا۔ *

اب بیان پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ناظرین کے دلچسپی اور معلومات کے لئے نواب تہور جنگ بہادر بخشی مرد خاص کے حسب و نسب اور خاندانی حالات کا کسیقدر تذکرہ کیا جائے۔ جس سے ماہ لقا بائی (جسکی یہہ سوانح عمری ہے) کے حسب و نسب کی کیفیت۔ عالی خاندانی۔ کا حال شرافت و نجابت کے اسباب ظاہر ہون۔

اگر تھوڑا سا غور کر کے انصاف سے کام لیا جائے تو یہہ بات صاف ظاہر ہوتی ہے کہ ماہ لقا بائی کے

عالی خاندانی کا سلسلہ بنہایت ناموراور شریف خاندان سے تھا۔ لیکن قضا و قدر کے معاملہ میں کسکو چارہ ہے۔ خواجہ محمد حسین خان کا اصراف و فراری۔ عیال و اطفال کی بیکسی و بے خبر گیران مفقود۔ پرورشی کا ذریعہ مسدود۔ زمانۂ غربت۔ رذیل صحبت۔ مجبور و معذور۔ نالائق رائے کے باعث رقاصی کا پیشہ اختیار کرنا پڑا۔ جس سے خاندان کی عظمت برباد گئی کلنک کا ٹیکا ماتھے پر ہمیشہ کے لئے نمایان رہا۔ ورنہ ماہ لقا بائی کے عادات و اطوار۔ لیاقت و ہوشیاری۔ فیاضی و جرأت۔ گفتگو اور سلیقہ۔ مروت و اخلاق۔ اوقات و وضع کی پابندی۔ صوم و صلوٰۃ کا خیال۔ یہ سب کچھہ اعلی خاندانی اور نجیب الطرفینی کے پورے پورے موید و معین تھے۔

سیدہ بی بی عرف راج کنور بائی (ماہ لقا بائی کی ماں) نے بتقضائے وقت رقاصی کا پیشہ اختیار کیا تھا۔ لیکن وہ نفیس شریف خاندان ضرور تھی۔ کیونکہ اوس کی ماں چندا بی بی احمد آباد گجرات کے ایک بزرگ کی دختر نیک اختر تھین۔ اور اوس کا باپ خواجہ محمد حسین خان قصبۂ بارہ کا رہنے والا ایک شریف خاندان کے یادگار تھا۔ بہر حال راج کنور بائی کو صلب اور بطن دونون پاک و صاف ملے تھے۔ پھر عجیب کیا ہے کہ اوس کی لڑکی ماہ لقا بائی جو ایک شریف و نجیب خاندان کے رکن امیر نامدار تہور جنگ بسالت خان بہادر بخشی صرف خاص کے صلب سے پیدا ہوئی ہو۔ جملہ اوصاف حمیدہ سے متصف نہو۔ اور حسب و نسب کے عادات و خصائل اوسکو ورثہ مین نہ ملے ہون۔ چنانچہ اسی باعث ماہ لقا بائی من حیث المجموع جملہ صفات حسنہ کا مجموعہ تھی۔ خیر آدم بر سر مطلب۔

بسالت خان بہادر بخشی صرف خاص کی خاندانی حالات

بسالت خان بخشی صرف خاص کا اصلی نام بہادر خان تہا۔ اور بسالت خان کا موروثی خطاب بیشگاہ سرکار آصف جاہ بہادر سے عطا ہوا تھا۔ آپ (بسالت خان بہادر) میرزا سلطان نظر المخاطب بسالت خان و صلابت خان معظم خان کے خلف برادر رشید تھے۔ جن کے

خاندانی واقعات تاریخ فتحیہ مین اس طرح مرقوم ہین کہ۔

مرزا سلطان نظر کے حالات

آپ (رسالت خان بہادر) کے دادا میرزا محمد یار قوم جغتہ برلاس جو شہر بلخ کے معزز و عالی خاندان سے تھے۔ صاحبقران ثانی شاہجہان بادشاہ کے عہد مین وارد ہندوستان ہوئے۔ بعد چند روز کے بزمرۂ منصبداران شاہی ملازمت حاصل کی۔ اور ایک شریف خاندان کی بانو سے عقد کیا۔ پروردگار عالم نے ایک فرزند نرینہ عطا فرمایا۔ جس کا نام میرزا سلطان نظر رکھا گیا۔ اور تعلیم و تربیت نہایت عمدگی اور احتیاط سے کی گئی۔ بعد چندے اپنی ذکاوت طبع کے باعث شاہان وقت کے اعلے اور ممتاز خدمات انجام دین۔ چنانچہ آپ (مرزا سلطان نظر) کو محمد اعظم شاہ کے زمانہ شاہزادگی مین صلابتخان کا خطاب سرفراز ہوا تھا۔ اور حسب الحکم حضرت خلد منزل رسالہ محمد اعظم شاہ کے متعلق آپ کو ایسا اقتدار حاصل تھا کہ افراد مناصب پر رسالہ کے آپ ہی کی دستخط ہوتے تھی۔ اور یہہ بھی حکم تھا کہ جب کسی منصبدار مین لیاقت و فراست موجود ہو تو منصب دوبستی سے دوہزاری تک اپنی دستخط سے اجرا کرین۔

تاریخ فتحیہ مین لکھا ہے کہ "حضرت خلد منزل نے داروغہ عرض مکرر کو حکم صادر فرمایا کہ محمد اعظم شاہ کے رسالہ کے ملازمون کا منصب دوبستی سے دوہزاری تک رسالت خان کی مہر سے جاری کیا جائے کیونکہ ہم نے اس رسالہ کی بخشیگری مثل بخشی اوّل کے رسالت خان کے سپرد کی ہے۔ اور خدمت داروغگی داغ و تصحیح وامینی ہفت چوکی و داروغگی خزانہ اوس رسالہ کی بزن خان کے نام مقرر کیجاتی ہے۔ علاوہ برین ساتھ لاکھہ اشرفی کے توڑے (جو دفتر شاہی مین مہر جلالی لکھی جاتی تہین) بلا نذرانہ بر بار کرکے خان موصوف کو پہونچا دئے جائین۔ اور تاکید کیجائے کہ یہہ رقم ملازمین رسالہ کی تنخواہ مین تقسیم ہو۔ اور سرخ رنگ کے ڈیرے کچہری بخشیگری اور دیوانی داغ و تصحیح و خزانہ کے لئے تیار کرکے اپنے خیمہ کے پاس کھڑے کئے جائین"۔

چنانچہ ان خدمات و اعزاز کی سرفرازی کے بعد تقریباً دوہزار مین سو منصبداران جنین اکثر اعظم شاہی

اعد بیدار بخت اور والاجاہی اور باقی استخام اجنبی ستے جو شاہزادہ کی سفارش سے خان کے رسالہ مین نوکر ہوئے ستے مرحمت ہوئے۔

جب شاہ عالم بہادر ٭ ہندوستان سے دکن کے جانب محمد کام بخش پر فوج کشی فرمائی تو فوج کا پیش خیمہ خان موصوف کے تفویض کیا گیا۔ اور چغتائی خان پیش خیمہ کے ہمراہ متعین ہوا اور بادشاہ نے چغتائی خان کو ارشاد فرمایا کہ تم کو اس ولایت سے کماحقہ واقفیت ہنین ہے۔ اسلئے بصوابدید بسالت خان کام کرنا چاہیئے چنانچہ ہر دو سردار باتفاق لشکر کے ترتیب اور انتظام کیا کرتے تھے جب بہادر شاہ فوج شاہی کے ساتھ حیدرآباد رونق افروز ہوئے تو محمد کام بخش نے اپنی ضدی طبیعت اور غیور مزاجی کے وجہ سے فوج شاہی کا مقابلہ کیا۔ جس سے ہدف ناوک اجل کا نشانہ بنا۔ اور چغتائی خان بھی اوہنین ایام مین بعارضہ جسمانی انتقال کیا۔

اس کے بعد کچھہ ایسے امور پیش آئے کہ رسالہ کی تنخواہ چڑھ گئی۔ غلہ کی گرانی۔ اور گھوڑون کے کاہ ودانہ کی تکلیف ایسی واقع ہوئی کہ بیان سے باہر۔ چنانچہ بسالت خان نے اس تکلیف و پریشانی کا حال بادشاہ کے بارگاہ مین عرض کیا۔ ارشاد شاہی ہوا کہ اس کا جواب امیر الامرا

٭ بہادر شاہ کی شہزادگی کے زمانہ مین ایک شخص ارسلان خان نامی والی مملکت کاشغر اپنے لڑکون کی دست برد سے آوارہ ہوکر کابل مین آیا۔ اور شاہزادہ محمد معظم کی ملازمت اختیار کی۔ عالمگیر بادشاہ نے بپاس سفارش فرزند ارجمند کے اوسکو منصب ہزار ی پانصدی اور دو ہزار سوار و علم و نقارہ سے سرفراز فرماکر بادشاہزادہ کے متعین فرمایا تھا۔ اور بعد جلوس شاہ عالم بہادر کے تخت ہندوستان کیلئے فیما بین محمد اعظم شاہ اور بہادر شاہ کے خوب جنگ ہوئی اور اس جنگ کا نتیجہ یہہ نکلا کہ محمد اعظم شاہ معہ اپنے فرزند بیدار بخت کے مقتول ہوا۔ اور بہادر شاہ نے فتح پائی۔ چونکہ اس جنگ مین ارسلان خان نے کمال درجہ کی جانفشانی اور بہادری دکھلائی تھی۔ اسلئے شاہ عالم بہادر نے اوسکو منصب ہفت ہزاری اور سات ہزار سوار خطاب چغتائی خان بہادر فتح جنگ و ماہی مراتب و پالکی جہالردار سے سرفراز فرمایا تھا۔ مگر اس وقت چغتائی خان کی جمعیت ساتھ یا ستر سوار مغلیہ سے زیادہ نہ رہی تھی۔ اور برا نام فوج کا سردار کہلاتا تہا ۱۲۔

ذوالفقار خان بخشی کے ذریعہ صادر ہوگا۔ جب چند روز گذرے تو امیر الامرا نے لبالت خان سے لکھا کہ مہمات ضروریہ کے باعث اسقدر رقم خزانہ مین موجود نہین ہے کہ رسالہ کی تنخواہ بیباق کیجے لهذا چندے تامل کیا جائے۔ بہادر شاہ نے معظم خان عمدۃ الملک مدار المہام ریاست کو حکم دیا کہ ان لوگون کی تنخواہ مین کوئی جاگیر تجویز کر کے پیش کرے۔ ادھر رسالہ کے لوگ فاقہ کشی سے جان بلب اور گرانی غلہ سے سخت مجبور ہوئے اور لبالت خان نے بادشاہ کی خدمت مین مکرر معروضہ پیش کیا کہ "یہ فدوی فرق مبارک کا تصدق جو جاگیر پاتا ہے وہ صرف ذاتی ضروریات کے لئے کافی ہے۔ اوس مین اسقدر گنجایش نہین ہے کہ رسالہ کی تنخواہ بھی دیجائے۔ بہرحال نہ خود بھوکا رہنا ممکن ہے۔ اور نہ اون کو بھوکا دیکھ سکتا ہون۔ پس امیدوار ہون کہ یہ رسالہ کسی دوسرے کے تفویض فرمایا جائے"۔

بادشاہ نے امیر الامرا کے ذریعہ لبالت خان کی فہمایش بہت کی۔ مگر خان معز نے ایک نہ سنی اور باوجود فہمایش استعفا دیدیا۔ آخر بادشاہ نے اس رسالہ کو مغل پارسی* کے تفویض فرمایا لیکن چند روز کے بعد بد انتظامی اور عسرت کے باعث اس رسالہ مین بجز نام کے کوئی باقی نرہا اکثر آدمی رسالہ کی نوکری سے دست بردار ہوکر شاہزادگان بلند مراتب اور امرائے نامدار کے پاس نوکر ہو گئے۔ چنانچہ اس رواروی کے باعث رسالہ کا شیرازہ پریشان ہوگیا۔

اسکے بعد بادشاہ نے لبالت خان کو میر آتشی دکن کی خدمت سے سرفراز کرنا چاہا مگر خان معز نے قبول نہ کی۔ اور صرف بارگاہ شاہی کی حاضر باشی پر اکتفا کیا۔

اسکے چند روز بعد زمانہ نے گردش کھائی۔ اور بہادر شاہ لاہور مین ساقی کے ہاتھہ سے پیمانہ

---

* مغل پارسی کسی وقت مین محمد اعظم شاہ کی سرکار مین نوکر تھا۔ اور بعد برطرف ہوکر ایک مدت تک رہزنون کے ساتھہ رہزنی کرتا رہا۔ اسکے بعد کابل جاکر شاہزادہ محمد معظم کی سرکار مین نوکر ہوا۔ چنانچہ شاہ عالم بہادر نے اپنے جلوس کے بعد مغل پارسی کو منصب ہزاری اور خطاب مخلص خان سے ممتاز فرمایا تھا۔ ۱۲

اجل نوشش کیا - بعد اس واقعہ کے چار دن شاہزادون مین فتنہ و فساد برپا ہوا
اور ہر ایک اپنی اپنی جگہہ بادشاہی کا دم بھرنے لگا - اور اپنے اپنے رفیقون کو خدمات و
منصب کی بھی تقسیم شروع کر دی - چونکہ لبالت خان ابتدا سے جہان شاہ (شاہزادہ چہارم)
کی رفاقت مین بسر کرتا تھا - اسلئے جہان شاہ نے اس موقع پر لبالت کو معظم خان کا خطاب
اور اصل و اضافہ منصب شش ہزاری و پنجہزار سوار و خدمت بخشیگری سے سرفراز و ممتاز فرمایا -
لیکن افسوس ہے کہ جہان شاہ اس آتش کی جنگ مین معہ اپنے دو بھائیون کے مقتول ہوا
اور شاہزادہ معز الدین جہاندار شاہ (جو بہادر شاہ کا بڑا بیٹا تہا) کو فتح نصیب ہوئی - اور
اورنگ شاہی پر جلوس فرمایا - امیر الامرا ذو الفقار خان کو قلمدان وزارت عطا ہوا -
چونکہ لبالت خان کو امیر الامرا سے قدیمی اتحاد و رابطہ تھا اس لئے امیر الامرا نے لبالت خان
کو پیشگاہ جہاندار شاہ مین لیجاکر منصب و خطاب اور جاگیر کی بحالی (جو خلد منزل کے عہد مین تھی)
و خلعت فاخرہ و قبضہ شمشیر سے مخلع و ممتاز کرایا -
اسکے بعد شاہزادہ محمد فرخ سیر نے جہاندار شاہ پر فوج کشی کی - جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ جہاندار شاہ
قید ہو گیا (جو اس قید مین چند روز کے بعد مر گیا) اور ذو الفقار خان امیر الامرا قتل کیا گیا
اور شاہزادہ فرخ سیر نے سادات بارہہ کی اعانت و امداد سے تخت شاہی پر قدم رکھا - اور
سید عبد اللہ خان معروف بہ سید حسن علیخان نے وزارت کی خدمت سے سرفرازی پائی
اور ان کے بھائی سید حسین علی خان کو بخشیگری کی خدمت اور امیر الامرائی مرحمت ہوئی - چنانچہ
اس موقع پر امیر الامرا کے ذریعہ لبالت خان نے بلحاظ لیاقت و جوہر شجاعت بارگاہ فرخ سیر سے
خلعت و منصب اور خطاب و سند بحالی جاگیر حاصل کی اور چند ہی روز کے بعد امیر الامرا کا رفیق
خاص ہو گیا -
جس وقت امیر الامرا حسب فرمان شاہی راجہ اجیت سنگہ راٹہور و کچواہہ کے تنبیہ و تادیب اور طلب ڈولہ
کے لئے مامور ہوئے اور پچاس ہزار سوار جرار اور تخمیناً تین تسم امرائے نامدار و صاحب قوت

ہمراہ کئے گئے تو امیرالامرا نے بادشاہ سے سفارش کر کے بسالت خان کو اس فوجکی بخشیگری اور وقایع نگاری پر سرفراز کرا کے ہمراہ لیا - مگر اس مہم مین بلا کسی جنگ وجدال کے راجہ اجیت سنگہ راٹھور نے برغبت وخواہش اپنی لڑکی کو ڈولہ دینا پسند کیا -

اسکے بعد جب امیرالامرا صوبجات دکن کے بندوبست وانتظام کے لئے بھیجے گئے تو اس موقع پر بھی خدمات بخشیگری اور وقایع نگاری دکن کی بسالت خان کو دلوائی - چنانچہ خان معز خلعت فاخرہ اور ایک زنجیر فیل مادہ سے سرفراز ہوکر امیرالامرا کے ساتھہ دکن روانہ ہوا - اکثر موقعون پر امیرالامرا خان معز کی بہت تعظیم وتکریم کرتے تھے -

جب امیرالامرا دار الفتح بلدہ اوجین مین پہونچے تو فرمان شاہی امیرالامرا کے نام صادر ہوا کہ اندنون والی ایران کے پاس سے سید مرتضیٰ خان ایلچی آیا ہوا ہے - پس بادولت کو لازم ہوا کہ یہان سے بھی ایلچی روانہ کیا جائے - چنانچہ ان اہم خدمات کے انجام دہی کے لئے بسالت خان تجویز کیا گیا ہے پس فوراً خان معز کو دربار شاہی مین روانہ کردیا جائے - علاوہ ازین ایک دوسرا فرمان بسالت خان کے نام اوس مین ملفوف تھا کہ تمہارے لئے امیرالامرا کو لکھا گیا ہے پس فوراً روانہ ہو جاؤ - جسوقت کہ فرمان امیرالامرا نے دیکھا تو بسالت خان سے کہا کہ انشاء اللہ تعالیٰ جسوقت کہ مین ملک دکن مین داخل ہو جاؤن گا تو تمکو رخصت کردونگا -

مرزا سلطان نظر الملقب بسالت خان کا انتقال

مگر اتفاقات قضا وقدر سے داؤد خان افغان جو مملکت دکن کا ناظم تھا - امیرالامرا کی اطاعت سے انحراف وسرکشی کی - حالانکہ بسالت خان نے مصالحت مین بہت کچھہ کوشش کی مگر سود مند نہ ہوئی -

* امیرالامرا کا یہ قاعدہ اور ضابطہ تھا کہ جب فرمان صادر ہوتا تو بسالت خان کو کہتے کہ تم فرمان لیکر روبرو کھڑے رہو - تاکہ مین تسلیمات بجا لاؤن - اور تسلیمات بجا لانے کے وقت سید تمہارے اور کوئی مقابل نہ رہے - ۱۲

آخر جنگ کی نوبت آئی - اور داؤد خان مارا گیا - لیکن افسوس ہے کہ اِس جنگ مین لبالت خان بھی مردانہ وار قتل ہوا - اور بلدہ دار السرور برہانپور محلہ سنوارہ مین جو خود مرحوم کی خریدی ہوئی حویلی (جو بزمانہ ملازمت شاہ عالم بہادر خریدی تھی) تھی - مدفون ہوا - ۶۳ سال کی عمر پائی -

لبالت خان کے عادات و خصائل وغیرہ

لبالت خان نہایت عظیم الجثہ بلند و بالا - خوبرو جوان صالح مروت سے آراستہ اور حسن اخلاق سے پیراستہ تھا - سیزدہ سال کی عمر سے (جو سن تمیز کا زمانہ کہلاتا ہے) باوجود تکلفات و تکلیف کے نماز پنجگانہ کے علاوہ نماز تہجد کبھی قضا نہ ہوئی تھی -

جس زمانہ مین کہ محمد اعظم شاہ احمد نگر سے عازم اکبرآباد ہوئے (جس کی مسافت تین سو کسی جریبی کوس شمار کی گئی ہے -) تو لبالت خان باوصف حدت آفتاب و سختی گرمی ایک لمحہ بھی جلوریز سے تخت رواں کے منزل مقصود پر پہونچنے تک جدا نہ ہوا -

اور باوصف کثرت مشاغل و رجوع خلایق و سوال و جواب مقدمات ہر وقت نماز تہجد کو بیدار ہوکر بعد ادائے نماز تہجد طلوع آفتاب تک وظایف و ادعیہ و اوراد مین مشغول رہتا تھا -

ایک دفعہ عالمگیر کے منصبی مین مرہٹون کے تعاقب مین تین شبانہ روز متواتر ہوائے سرد و سرما مین گذار نا پڑا تھا - چنانچہ بمقتضائے تاثیر ہوائے بارد خان موصوف کو سخت درد سر عارض ہوا - اور ایک آشنا کی ترغیب سے تخفیف دردسر کے لئے تھوڑی افیون مجبوری استعمال کرنی پڑی تھی - سوائے اسکے مدت العمر کبھی مسکرات و منہیات کے جانب رغبت نہ کی - اور رقص و سرود - لہو و لعب سے نفرت کلی تھی - اور بازی نرد و شطرنج - گنجفہ و چوسر کو اعمال تحریمیہ و خطائے عظیمہ تصور کرتا تھا - مروت و اخلاق مین بے نظیر تھا - جو کچھ نقد و جنس تردد و تدبیر سے پیدا اور فراہم ہوا تھا وہ اکثر خالصاً للہ خیرات و مبرات مین صرف کیا کرتا - دو وقت کا کھانا اوسکے رفقائے یکرنگ جنکی تعداد ساٹھ تک ہوگی ساتھ کھاتے تھے - کھانا بالکل سادہ ہوتا تھا چنانچہ چاشت کے وقت روٹی - کباب - قلیہ - اور شام مین خشکہ - قلیہ - پلاؤ - زیب دستر خوان رہتے

اور نماز ظہر کے بعد قہوہ نوشی بھی کیجاتی تھی - جس مین میوہ ہائے تر و خشک موجود رہتے تھے
لباس مین بالکل سادگی تھی - فقط قبائے سفید (گران بہا) پہنتا تھا - جو جامہ اور دستار ایک بار
استعمال مین آتے وہ بغیر شوب کے مکرر استعمال مین نہ آتے تھے - اور یہ بھی عادت تھی کہ ملبوسات
فاخرہ اس سال کے دوسرے سال مین فقرا اور محتاجون - رفقا و آشنایون مین تقسیم کر دئے
جاتے تھے جس سال کہ لباس خان امیر الامرا کے ساتھ راجپوتان اجمیر کے تنبیہ کے لئے روانہ
ہوا تھا تو اخلاص خان (جو خاص امرائے شاہی سے تھے) نے متعدد رقعات لکھے تھے -
از انجملہ ایک دو کے ترجمے ذیل مین لکھے جاتے ہین -

رقعہ نمبر ۱ - خان صاحب مہربان کرم فرما سلامت - اس آبادی کے اطراف مین جسکی
آبادی مین ہمیشہ زیادتی ہوتی رہے - ہرنون کی کثرت بہت ہے - جسکے لئے ایک چیتے کی ضرورت
ہے - سنا گیا کہ وہ سرزمین چیتون کا معدن کہلاتی ہے - پس کوئی چیتا گرفتار کر کے
فقیر کے لئے بھیجدیجئے - کیونکہ شکار کا لقمہ حلال ہے - اگر آپکے دل مین یہ خیال گزرے کہ
دعوی تو فقیری کا کرتے ہین - اور چیتے کے خواستگار ہین - لیکن اسکو کوئی نسبت نہین ہے
کیونکہ جب تک منصب کا نام باقی ہے - یہ آرزو ہمیشہ ہوتی رہے گی - جبدن یہ برطرف
ہوگی تو یہ آرزوئین بھی اسکے ساتھ پردہ نسیان مین آ جائینگے - علاوہ برین اس سفر مین دل کی
لگی سے زیادہ صحبت رہتی ہے - متانت خان اور خواجہ عطاء اللہ صحبت مین رکھنے کے لئے
بہت اچھے ہین - غالباً آپ جانتے ہونگے ورنہ آپ جان سکتے ہین - اور محمد مقیم علم طبابت
مین کمال رکھتا ہے - ایسی لیاقت رکھنے والا نواب صاحب کی خدمت مین رہنا چاہئے - خدا کرے
کہ ہمارے نواب صاحب اونکا خیال رکھین - اور آپ بھی اسمین توجہ فرمائین -

رقعہ نمبر ۲ - صاحب میرے آپ تصور سے بھی زیادہ مہربان ہین - جب فرض کر لیا جائے
تو یاد سے جانا ممکن - نیکون کی یاد کے لئے کوشش چاہئے - کیونکہ نیکی خدا وند تعالی کو
بہت پسند ہے - جو کچھ کہ حسّاد و بعض طعنیون کے نسبت کہا گیا تھا معلوم ہوا - اسمین شک نہین کہ

بعض حسد کیش نیکون کی برائی چاہتے ہین - مگر حقیقت مین وہ خود اپنے بدخواہ ہین - حضرت مولوی معنوی کے کلام سے ایک رباعی یہان حسب مناسب معلوم ہوئی لعد اتحریر مین آئی ایک دن مولانا روم اپنے فرزند سلطان کو فرماتے تھے کہ اے لڑکے کیا تو ہمیشہ بہشت مین رہنا چاہتا ہے - جواب دیا ہان - فرمایا یہ رباعی یاد رکھ کہ تیرے لئے مفید ہے - رباعی

پیشی خواہی ز ہیچکس پیش مباش		چون مرہم و موم باش چون نیش مباش
خواہی کہ ترا ز ہیچکس بد نرسد		بدگو و بدآموز و بداندیش مباش

الغرض اس شرح و بسط سے یہی ہے کہ میرزا سلطان المخاطب لبسالت خان ملازمان روزگار و امرائے باوقار سے تھے - جو از روئے نسب چیندا بی بی المخاطب ماہ لقابائی کے جد اعلی ہوتے ہین - چنانچہ بمضمون (کل شئی یرجع الی اصلہ) ماہ لقابائی مین بھی حسن اخلاق اور اطوار پسندیدہ اپنے اجداد کے جلوہ افروز تھے -

الحاصل اب یہان پر بسالت خان بہادر کا خاندانی تذکرہ ختم کر کے اصل قصہ کے جانب رجوع کیا جاتا ہے - چنانچہ اسکے آگے ہم یہان تک لکھ چکے تھے کہ راج کنور بائی کے مراسم اتحاد اور روابط و داد بسالت خان بہادر بخشی صرف خاص سے روزافزون ترقی پذیر ہوتے چلے چنانچہ ایک زمانہ کے بعد گل آرزو شگفتہ ہوا - اور راج کنور بائی کو حمل قرار پایا -

راج کنور بائی کے بطن اور بسالت خان بہادر کے صلب سے چیندا بی بی المخاطب ماہ لقابائی کا پیدا ہونا

راج کنور بائی کے استقاط حمل کے متعلق جناب امیر المومنین علیہ السلام کا معجزہ

جس زمانہ مین کہ راج کنور بائی ماہ لقابائی کے حمل سے حاملہ تھی تو ایک بار جناب امیر علیہ السلام کے زیارت کے لئے کوہ شریف پر حاضر ہوئی اور شاہ تجلی علی صاحب مولف تذکرہ کے حقیقی نانا جو کمالات ظاہری و باطنی اور خطاطی و مصوری - بذلہ گوئی و لطیفہ سنجی مین فرد یگانہ تھے) بھی

بلحاظ علاقہ تابعداری راج کنور بائی کے ہمراہ رکاب تھے۔ دفعتاً کوہ شریف کے مقام پر راج کنور بائی کو اسقاط حمل کے آثار ظاہر ہوئے۔ اور خون جاری ہوگیا۔ سے الغوث شاہ تجلی علی صاحب آستانہ مقدس مرتضوی میں جاکر چند تار ناڑہ کے اور تھوڑی عودی عود دان سے لیکر آئے۔ ناڑہ تو راج کنور بائی کے کمر میں باندھا۔ اور عودی کھلا دی۔ بمجرد اس عمل کے باعجاز مظہر العجایب والغرایب اسد اللہ الغالب علیہ السلام کے خون بند ہوگیا اور حمل قایم رہا۔

تولد چندا بی بی الخاطب ماہ لقا بائی

جب ایام حمل منقضی ہوئے تو بتاریخ ۲۰ ذی قعدہ ۱۱۸۱ھ روز دوشنبہ کو جب آفتاب عالمتاب دونیزے برابر آیا ساعت قمر میں ایک ماہ پیکر حور منظر لڑکی تولد ہوئی۔ منجمون نے چندا بی بی نام رکھا۔ مورخ کا بیان ہے کہ تولد کے وقت دفعتاً ایسی روشنی ہوئی کہ تمام حجرہ منور ہوگیا۔ تمام حاضرین اس مشاہدہ سے متحیر و متعجب ہوئے۔

جشن چھٹی کا تکلف

تولد کے پانچویں روز چھٹی شب کو رستم دل خان کی حویلی میں حسب فرمان خسروی جشن چھٹی مقرر ہوا۔ جہاں شیر جنگ میر الملک بہادر تشریف رکھتے تھے۔ اور حشمت جنگ رکن الدولہ مدار المہام ریاست آصفیہ نے اوس حویلی کو لیکر نہایت تکلف سے آراستہ کیا تھا۔ اور موجب حکم نواب غفران مآب غلام سید خان سہراب جنگ ارسطوجاہ اور راجہ پرتاب ونت و ہمت رائے دیوان آصفجاہی کے بھتیجے اور دوسرے امرائے نامدار کمال تکلف و اہتمام سے افواج شاہی کے ساتھ چھٹی کی کھچڑی ہاتھیوں پر بار کر کے لائے۔ اور رسم تہنیت ادا کئے۔ چنانچہ اس جشن کے رسومات ایک مدت تک نہایت تکلف و عمدگی سے ادا ہوتے رہے۔

راج کنور بائی کا چندا بی بی کو صاحبجی مہتاب کنور بائی کی آغوش میں دینا

چونکہ صاحب جی صاحبہ (مہتاب کنور بائی) محل احتشام جنگ رکن الدولہ بہادر کے بطن سے کوئی اولاد نرینہ موجود نہ تھی - اسلئے راج کنور بائی نے چندا بی بی کو صاحب جی صاحبہ کے آغوش فرزندی مین دیدی - اور خود عبادت وخدا طلبی مین مشغول ہوئی - اگرچہ سیدابی بی (راج کنور بائی) کا نام بحسب سرنوشت - کسبیون کی فہرست مین شامل ہوگیا تھا - لیکن والاگہری اور نجابت فطری کے باعث ہمیشہ نجیب پروری اور قدردانی کرتی رہتی تھی - اور مدام اپنا وقت نماز پنجگانہ - وظائیف و اوراد تسبیح وتہلیل مین گذارتی تھی - مشائخین کرام اور علمائے علام سے کمال اعتقاد تھا - آخر اہل سلوک واہل باطن کی صحبت نے اپنا رنگ جمایا - چنانچہ اکثر کشف باطنی ومراقبہ وتصور مین محنت کرتی اور آخر شب سے یک پہر دن تک وظیفہ مین مشغول رہتی تھی - اس درمیان مین کسی سے بات چیت نہ کرتی تھی -

راج کنور بائی کی فیاضی

اکثر مشائخین و فقرا کو بقدر مراتب اس فیاض عورت نے فی کس ایک ایک ہزار اور بعض اوقات دو دو ہزار روپیہ تک نقد بخشش و تواضع کرتی تھی - چنانچہ اسکی فیاضی کی شہرت بہت دور دور تک تمام ہندودکن مین مشہور ہوگئی تھی - بعض اوقات ہندوستان اور اوس کے اطراف واکناف سے قوال کلاونت - گویے - بھی آتے تھے - جنکو سیدہ بی بی (راج کنور بائی) کے خوان کرم سے بمقتضائے قدردانی ونیکنامی دس دس ہزار روپیہ تک نقد اور خلعت ہائے مکلل وزرین ودوشالہ ہائے بیش قیمت - زنجیر ہائے فیل - جواہر وغیرہ مرحمت ہوتے تھے - بہرحال کوئی سائل اس کے دروازے سے محروم نہین گیا - کچھ نہ کچھ حسب مقدور ہر ایک کو مل ہی جاتا تھا -

راج کنور بائی کے تصرفات

اب زہد وتقوی کے تصرفات وکمالات ملاحظہ ہون - ایک دفعہ لشکر فیروزی دریائے کشنا سے گنگا کو عبور کررہا تھا - اور دریا نہایت طغیانی پر ہونے کے باعث سوائے ہاتھی کے عبور مشکل تھا - چنانچہ تمام محلات و لشکر متعلقہ مال فلام گھوڑے اور ہاتھیون پر سوار کشتاوری کرتے ہوئے عبور کررہے تھے

راج کنور بائی حسب معمول پالکی مین سوار تھین۔ اور پالکی کی سواری مین دریا کا عبور ناممکن تھا لھذا راج کنور بائی نے رکن الدولہ بہادر کو کہلا بھیجا کہ ہمارے عبور کے لئے ہاتھی روانہ کیا جائے۔ اتفاقاً ہاتھی کے پہونچنے مین یک گونہ کی دیر ہوگئی۔ چونکہ راج کنور بائی کا مزاج بہت تیز تھا۔ اسلئے برآشفتہ ہوکر اپنے ہمراہیون کے سواری کا رتھ منگا کر سوار ہوئین اور باپسین جوش اوس دریائے پرجوش و پرخروش مین رتھ کو ڈالدیا۔ حالانکہ دریا کا پانی اس قدر عمیق تھا کہ ہاتھیون کی گدیان تر ہوتی تھین۔ مگر تعجب اور حیرت کا مقام ہے کہ راج کنور بائی کے رتھ کے پایون سے ایک انچہ بھی پانی اونچا نہ ہوا۔ چنانچہ رتھ مع الخیر دریا کے پار ہوگیا۔ اس ماجرائے عجیب و غریب سے نواب رکن الدولہ بہادر کمال متاثر ہوئے گو اس کے آگے بھی راج کنور بائی کی عزت و احترام بلحاظ صاحب جی صاحبہ (مخاطب کنور بائی) کی ماں ہونے کے بہت کچھ کرتے تھے۔ لیکن اس تصرف کے معائنہ سے اور بھی عظمت و بزرگی راج کنور بائی کی آپ کے دل مین جاگزین ہوگئی۔ اسی قبیل کا ایک اور واقعہ یہ ہے کہ جس زمانہ مین رکن الدولہ بہادر نے قلعہ گوپال پیٹھ کا محاصرہ کیا تھا تو پانی ہر روز علی الاتصال بلا فاصلہ افراط و شدت سے ایسا برستا تھا کہ قلعہ مذکور کی تسخیر کرنا یون کو ناممکن الوقوع ہوگئی تھی۔ چنانچہ اسموقع پر رکن الدولہ نے راج کنور بائی کو کہلا بھیجا کہ بارش کی زیادتی سے قلعہ کی تسخیر دشوار ہوگئی ہے چونکہ آپ شاغل و کاسب ہین۔ لھذا دعا کیجئے کہ بارش مین تخفیف ہو۔ اس پیام کے سنتے ہی راج کنور بائی نے اول تو عجز و انکساری کے ساتھ عذر کیا۔ اور بعد مین کہی کہ اچھا جاکر رکن الدولہ بہادر کو مژدہ دو کہ آئندہ پروردگار عالم کی قدرت کاملہ سے ہر روز صبح سے تین بجے تک مطلع صاف رہے گا۔ اور مطلق بارش نہوگی۔ اس عرصہ مین قلعہ گیری کا سامان کرلیا جائے چنانچہ اسکے بعد حسب قول راج کنور بائی بلا دستش تے صبح سے تین بجے تک برابر فرصت ہوی اور بفضل فتاح حقیقی قلعہ فتح ہوگیا۔

اسی طرح اور بہت سے خرق عادات اور تصرفات اس خجستہ صفات سے اکثر ظاہر ہوئے ہین

جو بلحاظ طوالت نظر انداز کئے جاتے ہین -

راج کنور بائی کا انتقال

افسوس ہے کہ یہ عفیفہ دوران خجستہ خصال عابدہ و زاہدہ کلمہ گو بانی ستادان و فرحان ۱۹ محرم الحرام کو راہی روضۂ رضوان ہوئی - اور اسی حسن نیت کے باعث کوہ فلک شکوہ مرتضوی کے پائین دفن کی گئی - چنانچہ ہر سال ماہ لقا بائی بہ نہایت تکلف و اہتمام سے عرس کرتی تھین - اور عرس کے موقع پر کمال تجمل و احتشام رہتا تھا - ہزارہا مساکین و فقرا دو وقتہ بریانی اور زردہ کھاتے تھے - کلام مجید کا ختم ہوتا - چراغون کی روشنی بکثرت ہوتی - ناچ رنگ کا بھی عمدہ ٹھاٹ رہتا تھا - مشاعرہ کی بھی ترتیب ہوتی تھی -

الحاصل چندا بی بی (ماہ لقا بائی) صاحب بی صاحبہ کی آغوش محبت مین بہت کچھ ناز و نعم سے پرورش پائی - اور ہر ایک علم و فن مین کمال حاصل کی - علم موسیقی مین یکتائے روزگار تھی - چہرہ سے امارت کے آثار ہویدا تھے - امرائے نامدار اور بارگاہ شاہی مین ہمیشہ باریابی کا فخر حاصل رہتا تھا - کوئی مجلس بزم و طرب کی ایسی نہین ہوتی تھی کہ جس مین ماہ لقا بائی شریک نہ ہوتی ہو - بندگان حضرت کے الطاف و عنایات بے حد مبذول رہتے تھے - اور اکثر سیر و شکار و مہمات مین بھی ماہ لقا بائی کی یاد ہوا کرتی تھی چنانچہ سنہ ۱۱۹۶ھ مین سفر کولاس اور سنہ ۱۱۹۹ھ مین تسخیر قلعہ نرمل اور سنہ ۱۲۱۷ھ مین مہم قلعہ پانگل مین یہ بھی پیکر ہاتھی پر سوار حضرت غفران مآب کے ہمراہ رکاب تھی -

چندا بی بی کو بارگاہ خسروی سے ماہ لقا بائی کا خطاب اور نوبت و گھڑیال کا عطا ہونا

جب بندگان عالی مع الخیر سفر پانگل سے معاودت فرمائے تو سنہ ۱۲۱۷ھ مین حیدرآباد پہونچکر ایک جشن عشرت افزا ترتیب فرمایا - اور تمام امرا و منصبدار خطاب و منصب علم و نقارہ سے سرفراز و ممتاز کئے گئے - اور بمناسبت نام کے چندا بی بی کو ماہ لقا بائی کا خطاب اور نوبت

وگھڑیال (جو لازمہ منصبداری ہے) سرفراز فرمایا۔ چنانچہ عطائے نوبت کی تاریخ ایک صاحب نے حسب ذیل لکھی ہے۔ قطعہ

نوید آمد بعالم مہ لقا را	نوازش کرد از نوبت شہنشاہ
ترانہ ساز سالش گفت ناہید	بلند آوازہ نوبت باد دلخواہ ۱۲

انتقال پرملال نواب نظام علی خان بہادر

نواب نظام علی خان بہادر بعمر ۷۲ سالہ ۱۰ ربیع الثانی ۱۲۱۸ھ کو راہی روضۂ رضوان ہوئے ۴۳ سال حکمرانی کی اور بعد انتقال غفران مآب لقب ہوا۔ اس صدمۂ جانکاہ سے رعایا برایا۔ امیر و غریب ہر ایک متاسف و متالم ہوا۔ اور مرشدزادۂ آفاق نواب میر اکبر علی خان سکندر جاہ آصفجاہ ثالث مسند نشین ریاست ہوئے۔ اور ارسطو جاہ بہادر حسب سابق مدار المہام ریاست رہے چنانچہ آصفجاہ ثالث کے عہد میمنت مہد مین بھی اس نادرۂ روزگار کا طالع عروج پر رہا اور وہی نوازشات شاہی و الطاف خسروی شامل حال رہے۔ اکثر جو بدار شاہی خیریت و مزاج پرسی کے لئے آتا رہتا تھا۔

ماہ لقابائی کو میر عالم بہادر کی مصاحبت کا حاصل ہونا

جب ارسطو جاہ نے رحلت پائی اور میر ابو القاسم نواب میر عالم بہادر مدار المہام ریاست ہوئے تو یہ اعجوبۂ روزگار اون کی مصاحب خاص ہوگئی۔ چونکہ میر عالم بہادر کا مزاج قدردان اہل کمال تھا اور فصاحت و بلاغت مین حسان و سحبان پر گوئے سبقت لیجاتے تھے۔ اسلئے ماہ لقابائی کی صحبت اور لطیفہ گوئی اور حاضر جوابی سے کمال محظوظ ہوتے تھے۔ اور اکثر شعر گوئی کی صحبت رہا کرتی تھی۔ میر عالم بہادر کا مقولہ تھا کہ ایسا جلیس جو ذہین اور تلمیذ ارشد تیز فہم طبع رسا رکھتی ہو بلقا کے کم دیکھنے مین آیا ہے۔ چنانچہ آپ نے ماہ لقابائی کے حسن و جمال کی توصیف مین ایک رسالہ تصنیف فرمایا تھا۔ جو بخوف طوالت درزبان فارسی مین ہونے سے نظر انداز کیا گیا۔

ماہ لقابائی کی شاعری

ماہ لقابائی کو شعر گوئی سے بیحد شوق تھا۔ اور امیر علیہ السلام کی

جناب مین کمال اعتقاد رکھتی تھی چنانچہ اوس کا طبزاد ایک مختصر سا دیوان ہندی صفیۂ ناظرین کیا جاتا ہے۔ اور تمام غزلیات بالالتزام پانچ شعری ہین ہر ایک مقطع مین امیر علیہ السلام کا اسم مبارک موجود ہے۔ ماہ لقابائی کو مسیح عالم بہادر کی شاگردی کا فخر حاصل تھا۔ چنانچہ خود بہادر موصوف کو اوس کی شاگردی کا اعتراف ہے۔

ماہ لقابائی کے خصائل و عادات باوصف سامان ثروت و حشمت ماہ لقابائی کا [illegible] اور بوضع بہت بڑھا ہوا تھا۔ اکتساب علم کے لئے۔ اکثر فضلا [illegible] شعرا کی صحبت رہتی تھی۔ چونکہ طبیعت موزون پائی تھی۔ اسلئے ضلع جگت مین لطافت [illegible] بذلہ گوئی اور حاضر جوابی مین شہرۂ آفاق تھی۔ محاورہ درست روزمرہ چست تھا۔ ہمیشہ مکلل لباس سے آراستہ و پیراستہ رہتی تھی۔ بروقت طلبی بارگاہ خسروی پر حاضر ہوتی تھی۔ باقی اوقات کتب سیر و کتب متداولہ کے مطالعہ مین گذارتے تھے۔ کتبخانہ ہر ایک علم و فن کے کتب سے مملو تھا چونکہ اوس زمانہ مین مطبع نہ تھا اسلئے اکثر کتابون کی نقل کرلیجاتی تھی۔ چنانچہ بہت مستعد کاتب ملازم تھے۔ کوئی کتاب نظم و نثر کی تازہ نظر آجائے تو فوراً اوس کی نقل کرلیجاتی سخن سنجی اور قدردانی مین اس محبوبۂ روزگار کی ذات مغتنمات سے تھی۔ ہر روز ہزار ہا دلن فقرا اور مساکین کا ہجوم رہتا تھا سادات کرام و مشائخین عظام کو بعنوان نذر و نیاز بہت کچھ عطا کرتی تھی۔

تکلف و اہتمام عرس کوہ شریف

گو جناب شاہ ولایت نے زمین ہند و دکن کو اپنے قدوم ولایت لزوم سے منور نہین فرمایا لیکن معجزۂ طی الارض لازم و ملزوم ہے۔ چنانچہ ایک موقع پر جناب امیر علیہ السلام حسب الارشاد آن سرور کائنات صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم ایک درویش محتاج کی حاجت روائی کے لئے ارض دکن مین ایک فقیر محتاج کے قدم رنجہ فرمائے تھے۔ جہان آپنے ایک آن [illegible]

برہرہ کے سنّد کو باندھا۔ اژدہر کو مارا۔ خود کو بچایا۔ اور درویش کی حاجت روائی کرکے واپس ہوئے اسلئے تعجب کا مقام نہین ہے۔ کہ امیر علیہ السلام نے کسی شخص کی مشکل کشائی یا ترویج دین محمدی کے لئے سواد حیدرآباد دکن کو بھی اپنے نعلین سے ضرور مشرف سمجھا ہوگا۔ جسکی تاثیر سے کوہ پرشکوہ پر عظمت وجلال کے آثار نمایان ہین اگرچہ حضرت کی ولادت باکرامت ۱۳ رجب سنہ ۳۰ عام الفیل کو ثابت ہے۔ لیکن سلاطین قطب شاہیہ کے عہد سے کوہ شریف کا عرس ۱۷ رجب کو انجام پاتا ہے۔ لاکھون مرد وزن وضیع شریف غنی وفقیر۔ برنا وپیر صغیر وکبیر بلدہ حیدرآباد اور اطراف واکناف کے اضلاع سے کوہ فلک شکوہ پر جمع ہوتے ہین۔ اور نذر ونیاز ادا کرکے غربا ومساکین کو کھانا کھلاتے ہین اور اقسام اقسام کے لذیذ اور میوہ ہائے خشک وتر سے دسترخوان چنا جاتا ہے جو آجتک جاری ہے

چنانچہ عرس شریف کے ایام مین ماہ لقابائی کوہ شریف پر جاکر شاہ ولایت علیہ السلام کے عرس مین حاضر ہوتی تھی۔ اور ہر گروہ کے فقرا ومشائخین اس عرس مین فراہم ہوتے تھے چار روز تک برابر دو وقتہ اقسام اقسام کے کھانے ماہ لقابائی کے مطبخ سے کھلائے جاتے تھے اور رخصت کے وقت ہر فقیر کو ایک روپیہ نقد اور بعض کو بقدر مراتب پانچ روپیہ خیرات مشائخین کو پچاس سے سو روپیہ تک نقد بعنوان نذر اللہ بوجہ اللہ عطا کرتی تھی۔ اور خدام ومجاورین درگاہ شریف کو نقد روپیہ اور پارچہ وغیرہ بخشش کیا جاتا تھا۔ اسکے علاوہ ہر ماہ مین حسب دستور معمول کوہ شریف پر جاکر مبلغ پانسو روپیہ کے قریب صرف کرتی تھی۔

عشرہ شریف مین عزاداری اور سوزخوانی کا اہتمام

جسوقت محرم محترم کا مہینا آتا تو ماہ لقابائی حضرت امام حسین علیہ السلام کے غم مین لذیذ غذا کو ترک کرتی تھی۔ اور بلدہ کے تمام عاشور خانون مین (جنکا شمار ناممکن ہے) بہ تراضی الاتفاق دس روپیہ سے پانچ روپیہ تک بقدر مناسب نذر ونیاز گزرانتی تھی سادات کرام محبان اہل بیت

علیہ السلام کو ہزارون روپیہ کی بخشش اون کے رتبہ کے موافق کرتی تھی - چنانچہ غرۂ محرم سے زیارت تک اسی سرمایۂ نجات کے جمع کرنے مین رہتی تھی - ماہ لقا بائی کا عالیشان محل الچی بیگ کی کمان مین واقع تھا - جسکے تمام طاق ورواق سقف وکنگرہ سب مطلا تھے - چونکہ اوس مکان مین اکثر تعلیم رقص وسرود کی ہوتی تھی - اسلئے بپاس ادب سیدۃ الشہدا علیہ السلام علیہا کے مبارک کیلئے محل کے محاذی ایک عاشورخانہ تعمیر کرایا گیا تھا اور عاشورخانہ کے سامنے نقارخانہ قایم کیا گیا تھا - غرہ محرم سے عاشورخانہ طرح طرح کے نقوش سے آراستہ ہوتا تھا - اور وہان بجز فاتحہ خوان یا باوضو شخص کے کوئی دوسرا جانے نہین پاتا تھا - یہ بہی تقید تھی کہ کوئی شخص سرخ لباس پہنکر نہ آئے - خطبۂ تعزیت پڑہنے کیلئے سیاہ مخمل منڈہا ہوا ایک منبر استادہ کیا جاتا تھا جہان روضۃ الشہدا واقعات مقتل - سند ملا محتشم پڑہے جاتے تھے - اور عاشورخانہ کے مقابل مین روشنی کے لئے لنگر باندہا جاتا جسکے سامنے کے رخ پر سرخ کپڑا اپیٹ کر سبز رومی کی جال وچار خانہ اور ابیات وغیرہ نمایان کئے جاتے تھے - غرہ محرم سے شب عاشور تک اول شب سے صبح تک برابر روشنی رہتی تھی - سرشام مرثیہ خوان نہایت خوش الحانی سے سوزخوانی کرتے تھے - اسکے بعد روضہ خوان بحکم حدیث شریف - من بکا علی الحسین او ابکی او تباکی وجبت لہ الجنتہ حدیث پڑہتے تھے - اسکے بعد تعزیہ داری اور سینہ زنی ہوتی تھی جس سے ہنگامۂ محشر بپا ہوتا تھا - تعزیہ داری مین جب کوئی شخص بیہوش ہو جاتا تو اوسپر گلاب پاش سے گلاب چھڑکا جاتا تہا - اسکے بعد دسترخوان چنا جاتا اور تمام مشترکا مجلس کو اقسام اقسام کے کھانے کہلائے جاتے - چنانچہ دس روز تک برابر یہ عمل جاری رہتا تھا جب برات زیادہ ہوتی اور خلایق کا ہجوم کم ہوتا تو خاص خاص لوگ تعزیہ داری اور سینہ زنی کے لئے آتے تھے -

---

ترتیب جشن حیدری

۱۳ رجب کو ہر سال انجمن جشن حیدری منعقد ہوتا تھا جس مین شاہ اولیا کی منقبت خوانی ہوتی تھی اور ہر قسم کا سامان ماکول و مشروب مہیا و موجود رہتا تھا۔

نیاز یازدہم شریف

۱۱ ربیع الثانی کو جناب سید عبد القادر جیلانی قدس سرہ العزیز کی نیاز یازدہم شریف نہایت تکلف و اہتمام سے انجام پاتی تھی۔ طرح طرح کی نعمتین محتاجون اور مساکینون کو کھلائی جاتین علاوہ برین فقرا و مساکین کو نقد روپیہ اور پارچہ تقسیم کیا جاتا۔

کھٹ درسن کا میلہ

سال مین ایک میلہ کھٹ درسن کے نام سے کیا جاتا۔ جس مین پہلے روز فقرائے ہندوستان ملک ہند و دکن۔ حفاظ و قرأ و فصاحت فن و مشائخین معارف مسکن کی دعوت اور تمام مشائخین بلدہ کے گھرون مین ایک سیر مٹھائی بھیجی جاتی۔ اگر کوئی مشائخ صاحب اولاد یا اہل برادر ہوتے تو ہر ایک کے نام بنام (خواہ وہان ۲۰ شخص کیون نہ ہون) وہی سیر سیر مٹھائی بھیجی جاتی حفاظ و قرأ کو بھی اسی موافق ایک ایک سیر شیرینی دیجاتی تھی۔

دوسرے روز تمام فقرا آزاد و مداری و قادریہ و چشتیہ و چاردہ خانوادہ و رفاعی و گرزوالہ و جشیہ و فقرائی بابا پیاری کا میلہ جمع ہوتا تھا۔ ہر ایک کے لئے اکل و شرب کا انتظام کیا جاتا اور شیرینی وغیرہ کی تواضع کیجاتی اس مین سو سو کوس کے فقرا جمع ہوتے تھے۔

تیسرے روز مساکین و غربا و مفلوج و معلول جمع ہوتے جنکی تعداد قریب ستر ہزار کے ہوتی تھی

ان لوگون مین فی کس آدھ سیر شیرینی تقسیم کی جاتی تھی۔
چوتھے روز جوگی اور بیراگی جمع ہوتے جنکو اچھی طرح مال پوری کھلائی جاتی تھی۔ ماہ لقا بائی بہت
عالی ہمت اور فیاض عورت تھی۔ کہ جہان کوئی قوم یا جماعت محروم نرہتی تھی۔
اگر سچ پوچھئے تو ماہ لقا بائی نے اپنی زندگی نہایت کامیابی سے گذاری ہے۔ اور انکا
ستارہ اقبال اوج وترقی پر رہتا تھا۔

ماہ لقا بائی کا انتقال

مگر افسوس ہے کہ یہ فرشتہ خصال۔ حور منظر۔ پری پیکر۔ خانم دراں سنہ ۱۲۳۶ھ
مین بعہد میمنت مہد نواب سکندر جاہ بہادر چھپن سال کی عمر مین اس
دار ناپائدار سے بعارضہ دبا راہی روضہ رضوان ہوئی۔ اور اپنے تعمیر کئے ہوئے مقبرہ واقع پائین کوہ
شریف مین دفن کی گئی۔

محدثات ماہ لقا بائی

ماہ لقا بائی کے محدثات سے ایک عالیشان حویلی ایلچی بیگ کی املی
مین واقع تھی۔ دوسرا ایک حوض موسوم بہ فی سبیل اللہ کوہ شریف کے
گذرگاہ مین تیار کیا گیا تھا۔ چنانچہ حوض کی تعمیر کی تاریخ جو کسی شخص نے کہی ہے درج ذیل ہے

انتخاب زمانہ ماہ لقا		در جہان شد بکار حسنہ تعمیل
سال این چشمہ خضر گفت ہمین		باد جاری بآب فیض سبیل

مگر اب نہ وہ عالیشان حویلی باقی رہی ہے اور نہ وہ حوض ہی موجود ہے یہ دونوں
انقلاب زمانہ کے باعث دوسری حیثیت مین ہوگئے ہین البتہ اب صرف عاشورخانہ باقی ہے
جہان علم مبارک استادہ ہوتے ہین۔

ماہ لقا بائی کے اوقات کی پابندی

ماہ لقا بائی جب صبح مین بیدار ہوتی تو پرستاران یاسمین اندام وکنیزان سوسن فام (جو خدمت گذاری
پر مامور تھے) آفتابہ اور سیلابچی وضو کے لئے حاضر کرتے۔ اور بعد فراغ وضو مصلا بچھا کر

نماز ادا کرتی تھی - اسکے بعد وظائف مین مشغول ہوتی اور صحیفہ کاملہ جناب سید الساجدین امام علی زین العابدین علیہ السلام پڑہکر طلوع آفتاب تک اپنے دل کو جناب کبریا کے طرف رجوع کرتی - بعد ازان کلام مجید کی تلاوت ببر علی مشہور بہ لاڈلے صاحب سے کرتی تھی - چاشت کے وقت دستر خوان چنا جاتا - اقسام اقسام کے کھانے موجود رہتے خود بہت کم خوراک تھی - تھوڑا کھانیکے بعد تمام باقی حواشین و رفقا مین تقسیم کر دیا جاتا اسکے بعد بالاخانہ پر قیلولہ کیسلئے جاتی - وہان سے فارغ ہو کے ظہرین کے نماز ادا کر کے تسبیح و تہلیل مین مشغول ہوتی اور ۲ گھڑی دن رہے دیوان خانہ مین بڑا قالین بچہایا جاتا - اور اوسپر مسند آراستہ کیجاتی منشی - متصدی اور اہلکار کارخانہ حاضر ہو کر - افراد مداخل و مخارج ملاحظہ مین گذرانتے - جب اوس سے فراغت پاتی تو ایک دو بزرگ قابل و سخندان مجالست ہم نزہی کے لئے حاضر ہوتے - چنانچہ علم سیر مین روضۃ الصفا حبیب السیر جلاء العیون - نادر نامہ وغیرہ کا مطالعہ رہتا - اور دواوین فارسی و ہندی نہایت مرغوب خاطر تھے - جب شام ہوتی نماز مغرب وعشا ادا کرتی - بعد ازان فن موسیقی کے استاذہ حاضر ہوتے - رقص و سرود کی تعلیم ہوتی - چنانچہ کنیزان سہ پارہ و مردنگ و سازنگ اور قانون و جلترنگ بجاتے اور خوش الحانی مین ہم آواز رباب و چنگ سنتے گو خود علم موسیقی مین کامل الفن تھی لیکن پھر بہی خوشحال خان کلاونت سے اوسکے نکات

جو مملکت ہندوستان مین راجپوتون کی قوم (جو راجگان اولوالعزم کی اولاد ہے) اپنے کو شریف و نجیب جانتی ہے - اصل مین تمام چہتری و راجپوت کے دو گروہ ہین - ایک اپنے کو آفتاب کی اولاد جانتا ہے اور اسیوجہ سے سورج بنسی کہلاتا ہے - اور دوسرا چاند سے منسوب کے چندر بنسی کے نام سے موسوم ہے راجپوتون کے قبایل بہت ہین جن کی تفصیل کتب سوانح مین مندرج ہے - اونہین مین سے ایک قوم کوٹ کہندار کہلاتی ہے جو علم موسیقی مین مہارت کامل رکھتی ہے - جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کے زمانہ مین یہ قوم بہ ہدایت ایزدی مشرف باسلام ہوئی - اور خطاب خانی و منصب سے سرفرازی پائی

ودقیقہ دریافت کرتی رہتی تھی۔

یون تو ماہ لقابائی کے تین سو کنیزکین اور متعہ خانہ زاد تھی از انجملہ دو چھوکریان سوم بہ حسین افزابائی اور حسین لقابائی سبر آوردہ و ممتاز نکلین۔ چنانچہ بعد انتقال ماہ لقابائی کے یہی دونو چیان تمام مال و اسباب کی مالک ہوئین کہتے ہین کہ علاوہ عمارات و باغات وغیرہ کے صرف نقدی و جواہر و پشمینہ و اسباب وغیرہ ایک کروڑ روپیہ کا تھا مزید بران موضعات پنا پال۔ سید علی۔ حیدر گوڑہ۔ چندا پیٹہ۔ بلے پہاڑ

(بقیہ نوٹ صفحہ ۳۰) کوت کے معنی نژاد و اولاد و احفاد کے ہین۔ اور اس لفظ کوت کہندارا سے یہ بھی قیاس لگایا گیا ہے کہ زمانہ سلف مین ایک نامور مشہور کلہجر قوم راجپوت سے گذرا ہے جسکی اولاد کو کوت کہندارا کہتے ہین۔ زبان سنسکرت مین کوت کو کوتر کہتے ہین جسکے معنی نژاد اور احفاد کے ہین۔ اور یہ قوم فن موسیقی مین ماہر ہونیکے باعث اکثر بادشاہون کے مقرب و مصاحب بھی ہے اور کمال کی مناسبت سے کلاونت کے لقب سے ملقب ہوئی۔

کلاونت دو کلمے سے مرکب ہے۔ کلا بمعنی موجد و مخترع ترکیب سہی شعبہ و شش مقام سرود ہندی۔ دوسرا معنی کلا رکار روشنی اور ونت کا معنی صاحب ہے جیساکہ فارسی مین مند یعنے طالعمند و ہنرمند۔ صاحب ایجاد اور راگون کی ترکیب دینے والا۔

اکبر بادشاہ کے عہد مین میان تان سین (جو قوم کا راجپوت کوت کہندارا تھا) نے علم موسیقی مین کمال تجربہ حاصل کیا تھا۔ چنانچہ اس کمال کے بدولت بادشاہ کے بارگاہ سے کلاونت کا خطاب ہوا تہا۔ اور اسکے بعد تان سین کا نواسہ میان نعمت مشہور بہ سدا رنگ (جو میان تان سین کا ثانی بلکہ اوس سے بھی ممتاز تر کہنا چاہیے) محمد شاہ بادشاہ کے عہد مین فن موسیقی کی وجہہ سے مقرب و مصاحب ہو گیا تھا۔ اور منصب پنجہزاری و خطاب خانی سے (دیزمرہ کلاونت) بھی سرفراز ہوئی تھی گانے بجانے مین سدا رنگ کی تعریف و توصیف خارج از بیان ہے چنانچہ محمد شاہ بادشاہ کے مصاحبین سے اسقدر اقتدار حاصل ہو گیا تھا کہ ہر وقت بارگاہ خسروی مین باریاب ہوتا تھا بلا قید اوقات بلا یا جانیکی اجازت تھی انکے بعد فیروز خان مشہور بہ ادا رنگ جو میان نعمت سدا رنگ کا شاگرد علم موسیقی مین بے نظیر اور شہرہ آفاق ہوا ہے۔

چنانچہ فیروز خان ادا رنگ کے نغمات مثل او نصر فاریابی کے تھے جس وقت چاہتا اپنے گانے سے روتے کو ہنسا دیتا۔ اور اوسی راگ کو ایسا منقلب کرتا کہ ہنستے کو رلا دیتا اسکے بلند شاگرد تھے جو ہر ایک اپنے فن مین کامل تھا۔ لیکن ان مین کریم خان قوم راجپوت کوت کہندارا (جو رشتہ مین تان سین کا نواسہ تھا) مستثنے اور کامل تھا جسکا شہرہ تمام ہندوستان مین پھیلا ہوا تھا۔ جس وقت حیدر علیخان (حیدر نایک) ملک کرناٹک دکن پر حکمران تہا۔ اوسکا ایک عزیز حلیم خان افغان میسور مین حاکم تہا۔ جس نے کمال اشتیاق کیساتھ کریم خان کو معقول رقم بھیجکر ہندوستان سے طلب کیا۔ چنانچہ خان مذکور حسب الحکم وارد دکن ہو کر حلیم خان کی ملازمت اختیار کی۔ چونکہ حلیم خان علم موسیقی سے نا ماہر تھا صرف سننے کا شوق رکھتا تھا اسلئے کریم خان بردا شتہ خاطر ہو کر حیدرآباد آیا۔ اور نو سال تک راجہ گہنا تھداس و راجہ بہوانی داس (جو راجہ چندولعل کے چچا زاد بھائی تھے) کے سرکار مین بعہدہ ہزار شاہی قدردانی کے ملازمت اختیار کی اسکے بعد

متعلقہ ملی باغ متعلقہ اوسی میتھ. جاگیرات بھی تھین. چنانچہ بعد انتقال ماہ لقابائی کے نواب سکندر جاہ بہادر کا حکم مہاراجہ چندو لال بہادر
کے نام پر صادر ہوا. کہ ماہ لقابائی کی تمام جائداد و جاگیرات نگرانی مین لیلیے جاوین اور کنیزکون خانہ زادونکو حسب منصب تنخواہ کردیجائے
پس مہاراجہ بہادر نے حسب فرمان شاہی ماہ لقابائی کا تمام مال و اسباب جواہر نقدی وغیرہ کو منگالیکر جاگیرات پر ضبطی بھیجدی. اور خالصہ کا عمل
کرلیاگیا. اسکے بعد کنیزکون اور خانہ زادونکو فی ماہ کہ دس عہ روپیہ. فی کنیز پانچ روپیہ. فی خانہ زاد سات روپیہ کے حساب سے تنخواہ جز مقرر ہوئی

دس سال تک نواب شکوہ جنگ بہادر (جو غفران مآب کے بہانجے داماد تھے) کے سرکار مین بسر کیا. بعد ازان بقضائے الٰہی فوت ہوا جسکا مزار کوہ شریف کے گنبذ
مین موجود ہے. مرحوم کے دو فرزند تھے. ایک مغا خان دوسرا خوشحال خان انور تخلص فرزند آخر الذکر علم موسیقی اور زبان ہندی شل بیج بھاکا و تصنیف کبت
دوہہ وغیرہ مین باپ سے بہتر اور کامل تھا جسکی تصدیق ہر ایک ماہر فن نے کی تھی. لیکن چند روز کے بعد برداشتہ خاطر ہوکر وطن مالوفہ کا ارادہ کیا. مگر ماہ لقابائی
نے معقول قدردانی جتلا کے نہ جانے دیا. چنانچہ خان کو بہی اوسکی قدردانی پر حویلی خاصہ گنج مین (جو ماہ لقا کا مکان تہا) سکونت اختیار کی. اگرچہ پہلے چندو لعل
بہادر نے خان مذکور کو پچاس سوار سے سرفراز فرمایا تھا. لیکن سکونت ماہ لقابائی کے پاس تھی. کبہی کبہی یاوآوری کے موقع پر مہاراجہ بہادر
کے پاس جاتا تھا.

اسکے سوا کبہی نہین. یا کبہی عیدین کے موقع پر نذر کے لئے حاضر ہوتا. اور مہ لقابائی اوسکی دلدہی اور دلجوئی مین کوئی دقیقہ باقی نہ رکہتی تہی
اور ہزار ہا روپیہ سے سلوک کرتی تہی. آخر خوشحال خان نے ماہ لقابائی کے گہر ہی مین انتقال کیا. جسکے محلات سے اسوقت زنانی بہیاکمٹ کے اندر
ایک مسجد سر بفلک کشیدہ یادگار اور خوشحال خان کی مسجد کے نام سے موسوم ہے. ۱۲ مولف

* اسکے قبل ہم نے بقول گلزار آصفیہ بیان کیا ہے کہ ماہ لقابائی کا انتقال ۱۲۳۶ سنہ مین ہوا. مگر ایک سن سید صاحب جو ماہ لقابائی کے علاقہ قدیم مین
کا بیان ہے کہ ماہ لقابائی نے ۱۲۴۰ سنہ مین انتقال کیا ہے اور اپنے بیان کی تصدیق مین وہ ہون نے ماہ لقابائی کے مقبرہ کی کندہ تاریخ کے دو
مصرعے حسب ذیل پیش کرتے مین وہو ہذا.

زہاتف غیبی ندا داد بتاریخ او شد راہی جنت شدہ ماہ لقای دکن
۱۲۳۴
اور انہیں صاحب سے ہم کو راج کنور بائی کے مقبرہ کی تاریخ بھی
دستیاب ہوئی جو نذر ناظرین ہے. دکنیز شاہ مردان راج کنور بود سخاوت پیشہ واخلاق آرا چو محمل بست از ین دنیائے فانی
عجب بگذاشت دختر سروبالا زخوبی بہتر از لیلی و شیرین زخلقش مہ لقا در رنج دائم برائے انبساط روح اودر (؟)
بنا کرد این مکان فرحت افزا بسال رحلتش ہاتف بگفتا مرزو خدا این عاجزہ را. ۱۲ مولف
۱۲۰ (؟)

ایک مدت تک یہی عمل جاری رہا۔ لیکن جب نواب سکندر جاہ بہادر مغفرت منزل نے سنہ ۱۲۴۴ھ میں انتقال فرمایا۔ اور نواب ناصر الدولہ بہادر سریر آرائے سلطنت دکن ہوئے تو حسین افزا اور حسین لقا مثل ماہ لقا بائی کے باریاب بارگاہ خسروی ہوئیں۔ اور روز بروز نوازشات شاہی مبذول ہونے لگیں اور ماہ لقا بائی کا تمام مال و اسباب ان دونوں کو واپس ملا۔ اور جاگیرات وغیرہ بھی ان دونوں کے نام بحال کر دئے گئے۔ چنانچہ یہ دونوں اپنے اپنے زمانہ زندگی تک عجیب پر رعب صاحب سلوک و قدردان و فیاض رہیں جو ابتک انکی فیاضی اور قدردانی کا فسانہ بعض بعض کبیرسن حضرات کے زبان زد ہے۔ اور ان دونوں کے اعداد نام سے نام پلی کے رستہ میں ایک عالیشان باغ و مکان حسین لقا کے باغ سے موسوم اور لنگر پلی میں ایک عمدہ باغ و مکان حسین افزا کے نام سے ابتک مشہور ہے۔

حسین افزا اور حسین لقا کے پاس بھی پروردہ لڑکیوں کی تعداد بیحد و بیشمار تھی۔ مگر ان میں سے حسین افزا کے تین پروردہ نگینہ بائی۔ کامنی بائی ساگو بائی۔ اور حسین لقا کے دو پروردہ موتی بائی۔ دلآرام بائی داخل محلات نواب افضل الدولہ بہادر مغفرت مکان ہوئیں۔ چنانچہ حضرت سالو بائی صاحبہ و حضرت دلآرام بائی صاحبہ (محلات حضرت مغفرت مکان) زندہ و حی القائم ہیں۔ باقی نگینہ بائی صاحبہ کامنی بائی صاحبہ و موتی بائی صاحبہ انتقال کر گئیں۔

حسین افزا نے سنہ ۱۲۶۰ھ میں انتقال کیا۔ اور حسین لقا نے سنہ ۱۲۶۲ھ میں وفات پائی۔ جب ان دونوں کا انتقال ہو گیا تو مصداق اسکے کہ [illegible] آن سابق زمانہ کے طائفہ کا جو وجود باقی رہا۔ اور سب مثل اوراق پریشان کے ادہر ادہر ہو گئیں۔ اور ان دونوں کے بعد کوئی ایسی لائق و قابل [illegible] نہ تھی کہ ان اوراق پریشان کو اکٹھا کر کے شیرازہ باندھتی۔ اور ماہ لقا کے نام کو زندہ کرتی۔ بہر حال ماہ لقا بائی کے واقعات اسوقت ایسے ہیں گویا خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا۔

یہاں یہ واقعہ بھی قابل ذکر ہے کہ حسین لقا و حسین افزا کے انتقال کے بعد مہاراجہ بہادر نے محمد مقبول مرحوم دختر ماہ لقا بائی کی پرورش یافتہ متبنی بنسبت دوسرے [illegible] لائق و سرآوردہ تھے کو ایک زنجیر فیل ایک دو اسپ۔ ایک منزل میانہ۔ ساٹھہ روپیہ ماہوار۔ اور موضعات [illegible] چنپال و [illegible] و مقطعہ [illegible] باغ عطا و سرفراز کرکے ماہ لقا بائی کے عاشور خانہ و مقبرہ [illegible] کا انتظام و اہتمام تفویض فرمایا۔ چنانچہ محمد مقبول [illegible] نواب ناصر الدولہ بہادر [illegible] باریاب بارگاہ سلطانی تھے۔ اور خوب عروج و ترقی پائے۔ جب ۱۹ ذی الحجہ سنہ ۱۲۷۱ھ کو محمد مقبول کا انتقال ہو گیا انکے چار بیٹوں کے نام [illegible] روپیہ حساب پورا ساٹھہ روپیہ [illegible] کے بعد تینوں کا انتقال ہوا۔ ایک بیٹا مسمی غلام علی فقط زندہ و حی القائم ہے جنکو [illegible]۔ اب بھی ماہ لقا بائی کے عرس کو سرکار سے پانچ روپیہ و عاشور خانہ کو ایک سو روپیہ سالانہ ملتے ہیں۔

اسکے قبل ہم لکھہ چکے ہین کہ ماہ لقا بائی لطیفہ گوئی اور بذلہ سنجی مین یکتائے روزگار تھین۔ چنانچہ اس وقت بھی ماہ لقا بائی کے لطیفے اکثر معمر اشخاص کے نوک زبان ہین۔ جنمین سے ایک دو ناظرین کے دلچسپی کیلئے ہم یہان نقل کرتے ہین۔

ایکدفعہ کا ذکر ہے کہ جب ماہ لقا بائی دربار شاہی مین پہونچین تو ان کے اکلائی کے پلو سے ایک جوتی اٹک کر آنے لگی ایک ظریف امیر دربار مین موجود تھے۔ اُنہون نے کہا کہ بائی جی صاحبہ آپ کا جوڑا تو آپ کے ساتھہ ساتھہ رہتا ہے جسکا جواب فوراً ماہ لقا بائی نے یہ دیا کہ واقعی ہم غریبون کا جوڑا ہمارے ساتھہ رہتا ہے۔ مگر آپ جیسے امیرون کا جوڑا خدمتگار کے بغل مین رہتا ہے۔

ایکبار ماہ لقا بائی کی سواری راستہ سے جا رہی تھی۔ چہار مینار کے متصل پالکی مین سے چونے کی ڈبیا نیچے گری۔ ایک ظریف وہان موجود تھے۔ اونہون نے کہا کہ بائی جی صاحبہ کا انڈا گر گیا۔ ماہ لقا بائی نے پلٹ کر جواب دیا کہ کیا خوب گرتے ہی بانگ دینے لگا۔

ایک وقت ماہ لقا بائی دربار خسروی مین حاضر ہوئین تو وہان نواب بہرام الملک بہادر معہ اپنے چار صاحبزادون کے (جو نہایت ہی عظیم الجثہ اور زبردست تھے) تشریف رکھتے تھے۔ نوابصاحب نے ماہ لقا بائی سے مزاحاً کہا کہ بائی جی صاحبہ آپنے ان شیر بچون (اپنے فرزندونکی طرف اشارہ کرکے) کو دیکھا۔ تو ماہ لقا بائی نے کیا برجستہ جواب دیا ہے کہ۔ ہان نوابصاحب شیر بچونکو تو مین نے دیکھا۔ مگر اول اوس گوہ کی تعریف کرنا چاہئے۔ کہ جس سے یہ شیر بچے برآمد ہوئے۔ اس جواب سے نوابصاحب بہت خفیف ہوئے۔

بہر حال اسی قسم کے اور لطیفے بہی موجود ہین۔ مگر بلحاظ طوالت نظر انداز کئے جاتے ہین۔ اور انہین مختصر حالات پر ماہ لقا بائی کی سوانح عمری ختم کیجاتی ہے۔ فقط۔

مبین خالق دو جہانگیر فرمائی گل و ریحان

کلام جنت مکان خدا بخش بن دفتر ... گل صد برگ عالی ... اثر قمر ... فرخندہ

... گلزار ... محبوب علی خان ... ناظم ... بہادر ...

ریاست آصفیہ

گلزار ماہ لقا

۱۳۲۴ھ

باہتمام و تصحیح مولوی غلام صمدانی خان صاحب گوہر وکیل عدالت ہائے سرکار عالی مولف ترک محبوبیہ و دو رہا ...

ایڈیٹر اخبار جلوہ محبوب و مہتمم نظام المطابع پریس و محبوبیہ ایجنسی دار الشفا۔ حیدرآباد دکن

در مطبع نامی نظام المطابع واقع ... بار اول طبع گردید ...

(جملہ حقوق بذریعہ رجسٹری محفوظ ہیں)

باراول ۲۰۰۰ جلد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کہان طاقت ہے راہ حمد مین جو ہو زبان گویا
کہ یہان عجز و خاموشی ہین ہی یکسان گویا

نہ ہو نعت محمد مین کسی سے محفل آرائی
بجا رکھ ہرزہ گوئی سے زبان کو شمع سان گویا

ثنا کی راہ مین ہرگز نہ ہو پہنچے پائے مقصد کو
چلے اس دشت مین سر سے اگر پیر و جوان گویا

رسائی کب ہے اندیشہ کو یہان جز نارسائی کے
زبان کو بند رکھ اشک بھر ہووے روان گویا

بجز حق کے کوئی کب واصف وصف ائمہ ہو
رہا چندا فلک پر بھی یہی نکتہ نہان گویا

دل ہے دیوانہ ازل سے زلف کی زنجیر کا
کب بندھا چھوٹے ہی شانہ ایک مو تقدیر کا

ہاتھ مین کب آنی ہے افسون سے یہ اقلیم دل
جز ادا تیغ کے نہ دیکھا چٹکلا تسخیر کا

ایک نگہ مین صید عالم کو کیا ابرو کمان
مرغ دل کو بھی میرے سطوت ہے اب نخچیر کا

شعبدہ بازی سے اپنے درگذر اے مست ناز
وصل کے وعدہ مین حیلہ خوش نہین تدبیر کا

ناز چندا کو نہ ہو کیوں نوجوانی پر فلک
جسکو ہر دم ہے بھروسا مرتضیٰ سے پیر کا

تڑپے ہے دل بام سے اس بیقرار کا
تسکین جان ہے وقت ہو جب دم دو چار کا

دل سے کیا ہون وعدہ کہ ایک روز پیکے مل
سرمست ہو کے قصد کرون لالہ زار کا

یک عمر ماہرو سے ترس ہم نشین ہون
قابو پڑا کبھو نہ مین بوس و کنار کا

ہر چند راہِ عشق مین دل پائمال ہے
روز جزا مین رتبہ ہے اس انکسار کا

چندا کو بخش یا علی اپنے جناب سے
رتبہ جو دو جہان مین ہو اقتدار کا

مین پوچھا دل سے اپنے اب بہلا تو یار ہے کسکا
کہا اس دور مین صد رونق بازار ہے کسکا

نظر آتا نہین وہ بت نہ کچھ الفت ہی ٹوٹی ہے
جہانگے مین منکے رشتۂ زنار ہے کسکا

نگہ بھی آشنا ہے چشم کے اور انتظاری مین
برنگ بلبل اب محو گل گلزار ہے کسکا

مجھے پہلے ہی رغبت کر پھر آخر دے چلا ٹالا
اگر انکار ہے تیرا تو پھر اقرار ہے کسکا

نہیں جز مدح مولا کے سنا کوئی سخن لب سے
دل چندا الٰہی مخزن اسرار ہے کسکا

آنے کا منتظر ترے بیدار ہی رہا
کھٹکا ہر ایک پا کا گران بار ہی رہا

ساغر مجھے کبھی نہ دیا تو نے ایکبار
ہمراہ نت رقیب کے سرشار ہی رہا

یہ رشتہ وہ ہے عشق کا اے صاحب کنشت
جبتک کہ زندگی ہے وہ زنار ہی رہا

وعدہ خلافیون پہ تمہارے تو اے صنم
جسوقت دیکھا مہ کو تو ناچار ہی رہا

ثابت قدم ہے جو کوئی چندا کے عشق مین
صف مین وہ عشق بازون کے سالار ہی رہا

ہم سے کرے ہے یار بیان اپنی چاہ کا
حاضر ہین ہم بھی گر ہو ارادہ نباہ کا

ابرو کمان کو کھینچ کے کی اس طرف نظر
تب سے پڑا ہے کھٹکے مین ناوک نگاہ کا

شب کو فغان تھی میری ترے در پہ اے صنم
تو بھی تو گوش زد نہ ہوا نالہ آہ کا

اے یار بے خبر تجھے اب تک خبر نہین
کبکا گذار ہو گیا کوچہ مین ماہ کا

حیدرا کے دیکھنے کی جو خواہش کرے کوئی
رکھتا ہو وصف اپنے مین وہ عز و جاہ کا

عالم ترے نگہ سے ہے سرشار دیکھنا
میری طرف بھی ٹک تو بھلا یار دیکھنا

نادان سے ایک عمر رہا مجھکو ربط عشق
دانا سے اب پڑا ہے سرو کار دیکھنا

گردش سے تیری چشم کے مدت سے ہون خراب
تسخیر کرے ہے مجھے یہ اقرار دیکھنا

ناصح عبث کرے ہے منع مجھکو عشق سے
آجائے وہ نظر تو پھر انکار دیکھنا

حیدرا کو تم سے چشم یہ ہے یا علیؑ کہ ہو
خاک نجف کو سرمۂ ابصار دیکھنا

اٹھا جو چلہ کش ابرو کمان دلگیر ہو گویا
کھٹکتا دل مین وہ میٹھا نگہ کا تیر ہو گویا

ہوا ہون اسطرح زندان غم مین گھل کے کاہیدہ
ترے مجنون پہ خندان حلقۂ زنجیر ہو گویا

کیا یہ وضع اوس نقاش قدرت نے عجب کیا ہے
جو میرے غنچہ لب سے صورت تصویر ہو گویا

نگہ کی تیغ کو جب کھینچ کر وہ گھات پر آوے
زبان شکر سے اوسدم دل نخچیر ہو گویا

مجھے پاس ادب یھان تک ہے مولا کے مناقب مین
زبان خامۂ حیدر اسیر تحریر ہو گویا

اوٹھانا جور بیجا صل جو ایسا ہی مقدر تھا
مجھے تنہا ہی رہنا آپکے ملنے سے بہتر تھا

فقط سلک گہر دندان نہین تھے آبداری مین
لب خوش رنگ بھی ہر ایک گویا لعل احمر تھا

نہ سمجھا تھا محبت کی لڑی توڑے گا آخر تو
اوایل کان الفت مین سخن تیرا تو گوہر تھا

گدا کے حال پر تو نے نظر گاہے نہ کی ظالم
کیا یہ فرض ہمنے سر ترے شاہی کا افسر تھا

شناسائی ہوئی ذات الٰہی سے تو کیا باعث
تجھے چندا شہنشاہ نجف کا عشق رہبر تھا

رہے نوروز عشرت آفرین جوشش بہار افزا
گل افشان ہی کرم تیرا چمن مین دہر کے ہر جا

نہ پوچھو کوئی عیش و خرمی کو عہد مین اوسکی
کہ جسکے فیض سے گھر گھر ہے دور ساغر صہبا

ارسطو جاہ وہ فرخ نژاد اہل عالم سے
کہ جسکے فضل و بخشش کا جہان مین ہے علم برپا

دعا ہے یہ موالی کی تصدق سے ائمہ کے
رکھے سایہ مین اپنے لطف کے تجھکو علی مولا

باب ب

نہین کچھ زیب اے منعم سپہر معدلت اس مین
عیان چندا پہ جو کچھ ہے نوازش ہے یہ کرم فرما

نہ گل سے ہی غرض تیرے نہ ہی گلزار سے مطلب
رہا چشم نظر شبنم مین اپنے یار سے مطلب

یہ دل دام نگہ مین ترک کے بس جا ہی اٹکا ہے
برآوے کسطرح اللہ اب خونخوار سے مطلب

بجز حق کے نہین ہے غیر سے ہرگز توقع کچھ
مگر دنیا کے لوگون مین مجھے ہی پیار سے مطلب

نہ سمجھا ہمکو تو نے یار ایسی جان فشانی پر
بھلا پاوینگے اے نادان کسی ہشیار سے مطلب

نہ چندا کو طمع جنت کی ہے نے خوف جہنم ہے
رکھے ہے دو جہان مین حیدر کرار سے مطلب

ہوسکے ہے کب تری چہرہ کے ہمسر آفتاب
گو رکھے ہے نور کی خلعت کو در بر آفتاب

آکرے ہے در پہ تیرے جبہہ سائی ہر سحر
اسلئے چشم خلایق کو ہے منظر آفتاب

جب کرے چہرہ کو اپنے وہ پری نقش و نگار
ہر سحر لاوے یہان آئینہ در بر آفتاب

حسن کے شعلہ سے تیرے جبکہ ٹپکے ہے عرق
شرم سے بس ابر کے دامن مین ہے تر آفتاب

ڈر نہ ذرہ بھر بھی چندا ظلمت امکان سے۔
ہے تیرا حامی علی دو جگ کا مظہر آفتاب۔

ساقی ہے گرچہ بیشمار شراب
ہین خوشتر سوا لبِ یار شراب

قتل پر کس کی آج ہوتی ہے
توسن حسن پر سوار شراب

رکھے کرم پر تیرے نظر مجرم
نوش کرتے ہین بیشمار شراب

ان کو آنکھین دکھا دے ٹک ساقی
چاہتے ہین جو بار بار شراب

یا علی حشر مین دو چندا کو
آب کوثر کی خوشگوار شراب

دل ہو گیا ہی غم سے ترے داغدار خوب
پھولا ہے کیا ہی جوش سے یہ لالہ زار خوب

کب تک رہون حجاب مین محروم وصل سے
جی مین ہے کیجے پیار سے بوس و کنار خوب

ساقی لگا کے برف مین مے کی صراحی لا
آنکھون مین چھا رہا ہے نشہ کا خمار خوب

آیا نہ ایک دن بھی تو وعدہ پہ رات کو
اچھا کیا سلوک تغافل شعار خوب

ایسی ہوا بندھی رہے چندا کی یا علی
با صد بہار دیکھیے جہان کی بہار خوب

شب کو بغل مین تنگ تھا وہ پر حجاب خوب
دیکھا ہون صبح آئینہ مین آفتاب خوب

شمشاد و سرو باغ مین کیا دنگ ہو رہے
دیکھا جو اوس کا مصرع قد انتخاب خوب

ذرہ کی کیا مجال گلے مہر سے ملے
بس ہے یہ ایک بوسہ لب بیحجاب خوب

آگے تھے ایک فسانہ پہ چڑیا کے ہم سے خوش
کرنے لگے ہو اب تو سوال و جواب خوب

چندا جو دیکھے یا علی کعبہ سے تا نجف
راہ خدا مین اوس سے ہین کچھ صواب خوب

سوتا ہے ساتھ اپنے وہ گلعذار ہر شب
صد شکر دیکھتے ہین کیا کیا بہار ہر شب

شاید کہ میرے گھر مین وہ رشک ماہ آوے
رہتا ہون اسلیئے مین امیدوار ہر شب

پھر لو لگی ہے مجکو کس شمعرو کی سے ہے
دل اندنون رہے ہے کچھ بیقرار ہر شب

خود صید ہو گئے ہین اب دام مین کسی کے
کرتے تھے آپ باہم تازہ شکار ہر شب

باب ب — میدان حشر مین تم حیدرا کے کام آنا / بس التجا ہے اپنی دلدل سوار ہر شب — پ

تمہارے زلفون کے جیسے ہین پیچ و تاب مین سانپ
جھلک جو زلف معنبر کی خواب مین دیکھی
نہین ہے زلف کی لٹ اوس رخ معرق پر
اگر ہو چین جبین جام دے وہ بادہ گسار

کسی نے دیکھے نہین ایسے کالے خواب مین سانپ
بھرے ہین رات سے اُن ڈیڑھ آب مین سانپ
یہ اوس چاہ ٹہنے نکلا ہے ماہتاب مین سانپ
ہزار دن آوین نظر ساغر شراب مین سانپ

باب ب — جناب شاہ نجف کا جو مارے دم حیدرا / ٹپک ٹپک کے رہے ہین کو اضطراب مین سانپ — ت

آپ گردن تو ہلا دیتے ہین ہر بات کیوقت
آنکھ بھی پھڑکے ہے اور بہون بھی ہلی جاتی ہے
چشم بد دور بہم ہوتے ہین کیا کیا چہلین
جابجا ہوتے ہین اہبات کے دن کو چرچے

یہ غضب ہے کہ مچل جاتے ہو پھر گھات کیوقت
اونکی چتون کو ذرا دیکھو اشارات کے وقت
ملکہ العنت کی ترقی ہے ملاقات کے وقت
تم جو چپ چپ کے کہین جاتے ہو رات کے وقت

کرکے حیدرا تو جبین سائی شہ مردان سے
مانگ لے دولت کونین عنایات کے وقت

بسکہ ہے عقدہ کشائی کی نکیون ہر کار مین صورت
ہوا زیبا بدن گلرو تمہارا خلق جدن سے
تصدق اسلئے ہون مین جواہر پوشش گیسو
مین دیکھا تماکئی بار مین اس نادانکو گہر سے

ملے ہے اسم اعظم کی جو میرے یار مین صورت
نہ دیکھا وہ زمانے مین کسی گلزار مین صورت
نظر آجائے اوسکے دل کے نو سر ہار مین صورت
کبھی آتی ہے وہ بھی ہر نگہ کی تار مین صورت

رہے حیدرا نہ کیون کر مرتضیٰ کے یاد مین ہر دم
اگر کچھ مخلصی کی ہے تو اس کردار مین صورت

بسکہ ہجوم گل ہے ایسی کیا خوش آئی ہے بسنت

باغ مین گلرو کے آگے رنگ لائی ہے بسنت

جوشش گل‌ردسے مجکو کب خوشی آئی ہے بہار
گرچہ رعنائی کا اپنے ساز لائی ہے بسنت

ہیکش درزرپوش ہو جب تو کیا نازک خرام
پہوسے تیرے لئے منڈ دیکھ چھائی ہے بسنت

جلوہ گر ہو یار جب بر مین کیا رنگین قبا
جس طرف دیکھیے نظر دہو مین چھائی ہے بسنت

سر کو اپنے کر تصدق آسکے ہیہ مثل گدا
تیرے در پر یا علی چندا لئے گائی ہے بسنت

تو نے لی کی شہرہ وفا مجہ سے ادا صد رحمت
دل مرا لے ہی لیا پھیر نہ یا صد رحمت

گر تجہے عار ہے ملنے سے مرے اے ظالم
کیون کیا عقل کو تو مجہسے جدا صد رحمت

سود و نقصان کی نہین مجکو غرض دنیا سے
مین رکھون تیری خوشی تو ہو خفا صد رحمت

غمزہ و ناز و ادا کرکے مرے دل کو لیا
اسلئے کرتا ہے بیدل یہ جفا صد رحمت

چندا جو کوئی ہے خدام جناب مولا
اوسپہ ہے صبح و مسا نام خدا صد رحمت

روبرو لب ہو لعل کے تاب یاقوت
نام سن جس کا اوتر جائی ہی آب یاقوت

رخصت بوسہ دیا پان چبا کر ظالم
اپنی قسمت مین مگر تھا یہ حجاب یاقوت

کرکے عاشق کے طرف چین بجبین دی گالی
مثل نیلم کے ہوا رنگ خراب یاقوت

پہونچی کی جب تیرے آجائے ڈہلک پہونچی پر
تند ق دست سے ملتا ہے جواب یاقوت

یا علی سیجئے فردوس مین چندا کو عطا
لعل کا قصر کہ ہووے جسے باب یاقوت

کرے یک جو کے دانے کے لئی جو ابد غفلت
نپوچھو ہوش کی اوسکے ہو جسکی انتہا غفلت

رکھے ہے پر پری پرواز مین سیر دو عالم کو
کبھی تک صید دل ہو دام میں تیرے رہا غفلت

پری پیدا نشہ بخشے ہے نگاہ مست سے اپنے
پریشان دل تہا اپنا اوسپہ زلفون کی جدا غفلت

بڑی حیرت ہے اونکی جو ہین تیر ہم نشینی مین
یہ تیری یک نگہ نے دلپہ میری کی ہے کیا غفلت

کرواب فضل سے چندا کو اپنی یا علی بخشش
رہے تا دور اوسکے دیدۂ دل سے جدا غفلت

شیشۂ دل کو دیا ہون تیرے ہات
کعبۂ دل ہی سمجھ کر اپنا گھر
انتظار آخر ہوا اے گلعذار
دو ہی دل ملنے مین تم گھبرا گئے

چور یا ثابت ہو رکھہ تو اپنے سات
اے بت نامہربان رہ ایک رات
غنچۂ لب سے نہ کی پر تو نے بات
پھر خدا ہی جانے کب ہو ایسی گھات

رو برو چندا کے ہووے کیا عجب
مشتری و زہرہ و پروین کو مات

اے حضرت دل کیجے نہ آہنگ خرابات
یون اوسکے مرے نشہ مین ہی صلح کا عالم
انگور کا دانہ ہے ہر اک آبلۂ پا
غش کھائے ہے جی سنتے ہی لبریز ہے دل بھی

کچھہ اندنون بگڑا ہے بہت رنگ خرابات
جسطرح کہ مستون مین رہے جنگ خرابات
طے ہوتے مین کس لطف سے فرسنگ خرابات
بجتی ہے عجب لے سے نے و چنگ خرابات

یا ساقی کوثر یہی چندا کی دعا ہے
یہ دور رہے اون سے جو ہے ننگ خرابات

صرف ہو گر عشق مین میری جوانی ہی عبث
جان فشانی پر مری گو رحم آیا بعد عمر
آہ و نالہ پر مرے کیا داد دی ہے مہربان
غیر سے ہوتا ہے کیون تو مختلط ہر بزم مین

گر نہووے تو بغل مین زندگانی ہی عبث
گر نہو دل سے بظاہر مہربانی ہی عبث
وائے قسمت سننے بولے قصہ خوانی ہی عبث
گر یہی صورت ہے میری جانفشانی ہی عبث

بخشتا ہے ہر گدا کو تو دو عالم یا علی
در پہ کب چندا کو تیرے پاسبانی ہی عبث

یکا یک ہم سے تو بیدل ہوا ہے اسکا کیا باعث
مگر دل اپنا دے سے غیرون کو ہے پر ہو جفا باعث

نہ تھا گر دسے یا غنچہ دہن سے کام گلشن مین
خرابہ جان و دل کا کسلئے یہان تھی صبا عبث

جفا کر ہین تجھکو بیدل گرچہ کیا حق نے
ولے ہوئی ہے مرا کدم مری تجکو وفا عبث

ہین کچھہ مرا نقصان گو غیرون سے تجھے ملنے
ہنین ملتے ہو مجھہ سے کیا سبب کیا وجہ کیا باعث

یہ ہمین آل احمد ہے یقین حیدر کو محشر مین
کہ ہووین جرم بخشی کو علی مرتضی باعث

دل مین میرے پھر خیال آتا ہے آج
کوئی دلبر بے مثال آتا ہے آج

کیون پڑا بیہوش اوٹھ ہاتف سے اب
ہے ندا صاحب جمال آتا ہے آج

سنگرہ ہون ایک ٹھوکر کے لئے
تسپہ وہ دامن سنبھال آتا ہے آج

مشتری و زہرہ باہم سعد ہین
اسلئے ابرو ہلال آتا ہے آج

تم سوا حیدر کے دل مین یا علی
کسکی عظمت کا جلال آتا ہے آج

لطف ہے گر تو بلاوے اپنے میخانہ کے بیچ
سب ہوس پوری ہوا ہی ایک پیمانہ کے بیچ

کب مٹائین اشک داغ دلکو گر و لا علاج
اب رہا ہے دل عاشق کی گل کھانے کے بیچ

بے تکلف ہے مرا آئینہ رو تیرے سوا
بار ہو کسکو مرے دلکے پریخانے کے بیچ

عیش مین حیلہ حوالہ ہے نظر تالیف پر
ہووے کب تسکین میری ایسے بہلانے کے بیچ

یا علی حیدر کو ہے یہہ مدعا اللہ سے
عیش ہووے روز و شب میرے سیہ خانے کے بیچ

آلا یا لا نہ بتا ملنے مین ہر بات کے بیچ
وعدہ کا کب ہے تحمل دل بیتاب کے بیچ

کیمیا کسلئے ناحق یہ ہوس ہو خراب
جو جیک عشق مین ہے کب مے وہ سیلاب کے بیچ

عشق کی موج رکھے ہے گئی دریا بکنار
دل نادان نہ پڑھ دیکھ کے گرداب کے بیچ

باہر و بیچ کو بہا غرق جو اقسر ہو کر
سیر دریا کا کرے ہے شب مہتاب کے بیچ

دل سے آنکھوں سے یہ حیدر ابجناب مولا
سر سے پا تک ہے مقصر سبھی آداب کے بیچ

مرغ دل پھنس گیا ہے زلف سیہ فام کے بیچ
کوئی صورت نہیں رہائی کی نہ اس دام کے بیچ

بزم مے میں سبھی سرشار ہیں ساقی دے مجھے
تیرے پینے سے جو باقی ہو تلش جام کے بیچ

کسلئے نہہ سے کیا وصل کا وعدہ ظالم
تجھکو میں صبح و مسا دیکھتا ہون کام کے بیچ

یا علی تم سے ہے حیدر کو یہہ امید قوی
دین و دنیا میں رہے لطف سے آرام کے بیچ

ہے عاشقی میں زعم ہر اک کو وفا کے بیچ
ثابت قدم ہو کم کوئی تیرے جفا کے بیچ

پہنچائی آہ بو نہ مجھے زلف یار کی
یہ ابدلون غبار ہے میرے صبا کے بیچ

جور و جفا سوائے نہیں ذرہ تجھکو رحم
یہہ میرا صبر دیکھہ ہون تیری رضا کے بیچ

اغیار سے نظر ہی کرے ہے تو یار پر
دیکھا نہ ایسا لطف کسی آشنا کے بیچ

یہہ ہی مراد و مقصد و مطلب ہے یا علی
حیدر یہ لطف ور ہو ہر دو سرا کے بیچ

حق نے وہ صفحۂ امکان پہ کیا یار کی طرح
جس نے دیکھا سو بنا صورت دیوار کی طرح

رہتے ہیں درپئے ایذا وہ ہر اک وقت مرے
دل میں ساکن ہیں ہمارے وہ ستمگار کی طرح

زہد و تقوی ہوئے رخصت کہ میں بیہوش ہوا
کچھہ بھی آنکھوں میں بطرح وہ میخوار کی طرح

کیون طبیب اب نہیں کرتا ہے علاج دل ریش
کیا خوش آئی ہے ترے جی میں بیمار کی طرح

ہووے حیدر ابھی وہ روضہ کے تصدق یا شاہ
روز و شب شمس و قمر جسپہ ہیں زوار کی طرح

آج کرتا ہے لباس اپنا بت گلفام سرخ
ہے دوگانہ شکر کا عاشق کا ہوا انجام سرخ

ہر سحر لازم غدر سے ہے عشق میں اوس ترک کے
ہو مبادا خون ناحق سے نکوئی شام سرخ

شاخ گل مین کب ادا ہے وہ چمن کی ساقیا
خوشنما جیسا ہے تیرے ہاتھ مین یہ جام سرخ
مرغ دل اپنا بھی نازک اسقدر ہے کب بچنے
جب تلک ہووے رگ گلشن نہ بلبل دام سرخ

یا علی حیدر کا ہووے صفحۂ دنیا پہ نقش
جسقدر شاہون کا قایم ہے نگین پر نام سرخ

نگین ملتا نہ لعل بحر خدا رخ
دکھائی تک ہو وفا جادو ادا رخ
کیا جلوہ مین سبحان ایک عالم
فقط میرا نہین یہ دل ربا رخ
نہ پوچھو انتہا کی کوئی اوسکے
خدائی کا ہوا جو ابتدا رخ
اگر گلرو عنین ملتا ہے کھل کر
بھلا تو مت چھپا مجھسے صبا رخ

غرض حیدر کو ہے کیا کشش جہت سے
دکھا دے اب نجف کا مرتضی رخ

مجھپر نہ کیون رہے تری ترچھی نگاہ شوخ
اور وہی کب کیا ہے بھلا تو بناد شوخ
کب بوالہوس کو عشق مین منزل ہو جسم کی
ہے جادۂ نگاہ سے آہو کی راہ شوخ
دونون طرح ہین یاد اوسے دلبری کے ڈھب
محبوب ہے ہمسے خواہ رہے یار خواہ شوخ
کسری سی لیکے آج تلک چشم دہر مین
دیکھا نہ بجہا اور کوئی اہل جاہ شوخ

گردن فراز کیون ہو حیدر کی یا علی
رہے سر پہ اوسکے لطف کی تیرے کلاہ شوخ

ہوسے جناب مین ابتک نہ ہیے ہم گستاخ
خدا کے واسطے ہم سے ہو صنم گستاخ
چھپا یا راز محبت کو دل مین پر ہیہات
کرے ہے نام سراید یہ چشم نم گستاخ
جو آوے جبین سو کہلے مین ہون وہ اپنا رہے
رہون ہزار حضوری مین پر ہون کم گستاخ
کہا گلے سے لگالے تو التفات نہین
کہے ہے تسیہ مجھے کیون تو دمبدم گستاخ

یہی امید ہے حیدر کو خوبرویون مین

رکھے ہمیشہ ترا یا علیؑ کرم گستاخ

ترے کوچے سے جب آتی ہوئی دیکھا صبا بیخود
گرا جا کر وہیں قدموں پہ اسکے سر جھکا بیخود

مجھے محروم رکھیو ہرگز نہ اپنے لطف سے پیارے
ازل سے ہے [illegible] جان و دل سے تیرا مبتلا بیخود

تصدق شام پر تیرے کہ دم میں سبھی لیکن
کسی نے [illegible] ین تیرے نہیں سمجھا سنا بیخود

کیا تھا وہ قدم رنجہ کسی دن باغ میں اک شب
تہ گل سنبلوں نے سرو بھی تیغ کر رہا بیخود

مجھے دو خسروی دو جہان میں اپنی بخشش سے
سدا مولا سے چندا مانگتی ہے یہ دعا بیخود

کچھ دن کرے صیاد کو اللہ جو میرا صید
کر دون [illegible] ی دام سے یکدم میں رہا صید

اب مژدہ بہار آنے کا سنتے ہی قفس میں
تڑپا یہ کہ کچھ دل پر اپنے نہ رکھا صید

کیا دام میں گیسو کے پھنسا ہے دل دانا
یوں مفت گرفتار اجل آ کے ہوا صید

دیکھے ہے سوا تیرے نہ پھر آنکھ کسی کو
اس آہو سے دل کو مرے تو نے کیا صید

تم سے یہ توقع مرے مولا ہے جہان میں
چندا کرے اعدا کے تئیں اپنے سدا صید

اگر ہو کچھ بھی مری آہ کارگر صیاد
رہے نہ دل میں ترے ظلم کا اثر صیاد

میں اپنے آپ ہی سے دام میں پھنسا لیکن
تری کمان تھی مرے صید پر نظر صیاد

ازل سے مرغ دل اپنا ہوا ہے صید ترا
کبھی تو بھولے سے کر اس طرف گذر صیاد

تڑپ کے جان تو یوں دے رہا ہے ترا صید
جئے گا اور کوئی دم جو لے خبر صیاد

یہ مدعا ہے مرا تم سے یا علیؑ ہو قبول
عدو کی شام یہ چندا کی ہو سحر صیاد

کریگا جو گلی میں اوسکے تو اپنا گذر قاصد
سوائے آہ کے کہیو نہ میرا حال پر قاصد

لکھا اوسکے لئے خون جگر سے نامۂ رنگین
کہ تا دلپر کہیں تیر تبسم کے ہووے اثر قاصد

کہان یاد ین ہجر دل کی کراماً کاتبین حق ہے
رسائی غیر کی کب ہو ہو جبتک نظر قاصد

جو پوچھے ہجر کی حالت مری وہ بیوفا ہنسکر
تصدق ہو کے کہہ باآہ سرد و چشم تر قاصد

برائے مدعا چندا کا یاشاہ نجف جلدی
سمجھ کرنا عرض حشمت آستان پر سر کو دہر قاصد۔

تبادیگا ہمارے دلکا جو کوئی عیان مقصد
کرین ہم اوس سے اسرار خفی کا بھی بیان مقصد

کبھی اے غنچہ لب چشم نرگس اسطرف بھی تو
نظر کیجیو کہ تا ہووے ہمارا گلستان مقصد

جو ہوئے روبرو اوسکے مری تصویر بھی شاید
لب خاموش سے اپنے کرے کل بیکیان مقصد

اوٹھایا کب کوئی پیر فلک سے فائدہ اتنے شب
وہی دے داد بھی الفت کی جو ہووے جوان مقصد

ازل سے یاعلی مرتضیٰ تجپر فدا ہون مین
ہر اک سجدہ سے چندا کو ہے تیرا آستان مقصد

گرچہ گل کی سیج ہو بستر بھی اوڑجاتی ہے نیند
سر رکھون قدمو نپہ جب تیرے مجھے آتی ہے نیند

دیکھہ سکتا ہی نہین آنکھون سے ٹک آنکھین ملا
منتظر ہے مثل نرگس تیرے شرماتی ہے نیند

جب سے یہ مژگان ہوے در پہ ترے جاروب کش
روبرو تب سے مری آنکھونکے ٹل جاتی ہے نیند

دہیان مین گلرو کے چین آتا نہین افسانہ گر
لے صبا سے گاہ بوئے یار بہلاتی ہے نیند

اشک تو آ تنے بہے چندا کہ چشم خلق سے
قرۃ العین علی کے غم مین بہ جاتی ہے نیند

گر لکھون چشم کی شوخی ہو ہیرافشان کاغذ
وصف مین رخ کے ترے ہووے گلستان کاغذ

درد دلکو کبھی تحریر کرون حرف بحرف
سیل مین اشک کے ہو کشتی طوفان کاغذ

گر تجھے میری ہے خواہش تو ملو لگا اس شرط
تو کھے راست کہ دیتا ہون مین پیمان کاغذ

نامہ بر بولین ہے تری راہ مین ملتبس ہمہ چشم
دلوے جس طرح سے ہدہد کو سلیمان کاغذ

یاعلی خط کنیزی ہے جو چندا نے لکھا

ہووے زوار نجف ہے یہہ نمایاں کاغذ

روگ کو یہہ نگہ بد کے ہے قاتل تعویذ
اپنے بازو مین تو رکھہ کر کے مرادل تعویذ

اسلئے یار کا نامہ ہے برابر دل کے
کام آوے یہ کسیدن دم مشکل تعویذ

ترے مہر مین اب خون جگر سے کر نقش
لکھکے دیتا ہون جو لیجاتا ہے حامل تعویذ

جیسے الماس جگر خار یہہ لگن مین سمجا
دیکھے ہے یار کے سر پر سبھی محفل تعویذ

مجھکو خواہش نہین حیدرآ جعفر جامع سے
دل پہ ہے حب علیؑ کا مرے کامل تعویذ

آئینہ سکندر کا نہین دلکے برابر
ظالم نہ سمجھنا کہ ہے یہ سیل کے برابر

سو بار سنا جشن بھی جمشید کا ہم نے
لیکن نہین دیکھا تری محفل کے برابر

پرویز کو نسبت نہین فرہاد سے شیرین
ناقص نہین ہوتا کبھی کامل کے برابر

کب طوطی تصویر ہوا طوطی گویا
جاہل کو نہ اعزاز ہو کامل کے برابر

ہان بندگی شاہ نجف خوب ہے حیدرآ
ہے شاہ کوئی اوس شہ عادل کے برابر

ہے خبر باغبان گلشن مین آتی ہے بہار
دیکھئے کس پر لگا تازہ لاتی ہے بہار

یہ کہان طاقت ترے رخ کے برابر ہو سکے
گرچہ کہنے کو صدا جوبن دکھاتی ہے بہار

کون ہے گم گشتہ اب دیوانہ عجب فصل مین
کھوج کو جسکے چراغ گل لے آتی ہے بہار

منتظر ہے چشم عالم مثل نرگس ہر طرف
دیکھین کسکا اب چمن مین دل جلاتی ہے بہار

مثل بلبل جو اوسے دیکھے غزلخوان کیون نہ ہو
یا علی حیدرآ ترے گلشن سے پاتی ہے بہار

گرچہ قد موزون ہے ترے ظاہر مین ہین ان ہر چند دو
جان و دل سے ہون تصور مین مگر تیرے حضور

رنگ و بو پرواز مین کیون ہے گلون سے عندلیب
کیا کسی خانہ برانداز چمن کا ہے ظہور

یاد مین کس پر جفا برق تجلی کے ہون مین — اشک سے میرے گھٹا ہے سخت باران کا دور
سینے کی عقیق ہر دم چشم دل سے یار کی — مرد حق مین اس جہان مین ہے وہی صاحب شعور

فخر و ہر گز نہ ہو حیدرا کسی سے دہر مین
یہ جناب مرتضی کی ہے کنیزی کا غرور

عنبرین خط سے مرے خورشید مت ہونا دوچار — خال سے تیرے خجل ہے نافۂ مشک تتار
ہے صراحی غنچہ ساغر گل ہے صحن باغ مین — یار ساقی ہو برستا ہو دے ابر نو بہار
گریہ عالیقدر ہے وہ بیمثال اس دہر مین — پر خدا آغوش مین لاوے ہمارا ایکبار
گلبدن غنچہ دہن وہ سرو قد یک بانکپن — خوشخرام آوے ادہر کو جی کرون اپنا نثار

کیون نہ ہو تسخیر کشور مالک سیف و قلم
ہے مدد کو دہر مین حیدرا کے شاہ ذوالفقار

ساقی دے مجھکو جام مے ارغوان بھر — ہر تن مین مردہ دل مرا تو اسمین جان بہر
خالی متاع حسن سے ہون چشم منتظر — اور معنی ہی مین آئنہ لے یون دو کان بہر
جی تو تڑپ چلا ہے پہ بیچا ہون دوستو — ملنے کا اوسکے مژدہ ابھی دے جو کان بہر
شاہ و گدا تو دنگ ہوئے رقص پر ترے — عاشق ہے ہیجان نئی لئے سے تان بہر

حیدرا کو بھی امید ہے یا مرتضی علی
صدقے مین دے حسین کے موتی سے خوان بھر

ہے کہان غیرون کو تیری دلربائی کی خبر — جس سے سنتا ہون ہے تیری خودنمائی کی خبر
کعبۂ دل توڑ کر کرتے نہ ہم تجا نہ اب — ہوتی گر ہم کو صنم کے بیوفائی کی خبر
واہ کیا قسمت ہے میری جانفشانی پر تجھے — دی رقیب روسیہ نے نارسائی کی خبر
بال و پر ہم نے نکالے آشیان سے دام مین — ہمصفیر و پر نہین اب تک رہائی کی خبر

حضرت آدم سے حیدرا حشر تک مشہور ہے

بس جناب مرتضیٰ کے رہنمائی کی خبر

جب یہہ ہوا صحن چمن مین خبر گل کا گذار
عندلیبون نے کئے ہر سمت سے مجرا لکار
سنکے یہہ آواز خوش دل نے کہا مجھسے کہ اوٹھ
چل بسنتی پوش ہوکر تو بھی اب دیکھین بہار
الغرض پہونچا ہے اوس جشن فریدون فر ملک
مسند آرا اس جگہہ دیکھا امیر نامدار
وہ نتیجہ ہے کئے خسرو کا جس کے روبرو
رعب سے نام سخاوت لے نہ حاتم زینہار

مدعا حیدا کا ہے یہہ اب ارسطو جاہ سے
فیل و زر بخشش تو کی جاگیر کا بھی ہو شمار

کب ہے طریق عشق مین رہبر کا غم ہنوز
ہے چشم رہنما مجھے نقش قدم ہنوز
انکار تجھکو قتل سے میرے ہی تھا مگر
شکر خدا حنا کا رہا خون جسم ہنوز
غیرون کو چشم رحم سے دیکھے ہے بزم مین
آہو نژاد کو ہے فقط مجھہ سے رم ہنوز
کیا کیا رکھا تھا چشم توقع نہ یار سے
اب تک ہوا نہ راست وہ ابرو کا خم ہنوز

حیدا کو حب آل عبا جوش پر ہے یون
ہو جسقدر زیادہ وہ سمجھے ہے کم ہنوز

نہین کچھ قفس مین رنج کچھہ صیاد سے ہرگز
نہ بھولے اتنا وہ ظالم پر اپنی یاد سے ہرگز
کیا اوسکے لئے مون ضبط آہ و نالہ فرقت مین
نہ وہ شکوہ کرے ظاہر مری فریاد سے ہرگز
کرین چاک قفس انسان طوسے فصل مین گل کے
سناؤ مت اسیرون کو خبر آزاد سے ہرگز
بنایا یار کی صورت کو وہ نقاش قدرت نے
کھچے نقشہ نہ ایسا مانی و بہزاد سے ہرگز

توقع ہے یہی حیدا کو ہر دم دین و دنیا مین
معین ہوویگی یا مولا تجھے امداد سے ہرگز

سج کے اس طرح سے نکلا وہ طرحدار کہ بس
جان و دل ہو ہی گیا دیکھہ گرفتار کہ بس
کوہکن پر بھی کیا جور مگر شیرین نے
تو نے اس طرح کیا ہے مجھے بیزار کہ بس

ماہ رو خواب مین بھی کب نظر آیا مجھکو
ہین جفاکار دل آزار ہزارون لیکن

[illegible] دل بیدار کہ بس
[illegible] نہ دیکھا ہے ستمگار کہ بس

سے مجھے ہے چپ [illegible] کچھہ جانتے [illegible] غایب [illegible]
ہین مد[illegible] مرے یون [illegible] مددگار کہ بس

ملا یا گر تو اوسکے انکھڑیون سے آنکھہ کم نرگس
مقابل اب ہوا جاتا ہے اوسکے چشم شہلا کے
نظارہ کو وہ گل و سرمگین آنکھون سے آتا ہے
ہوا ہے جب سے وہ رشک چمن ایجاد عالم مین

نکریون دیدہ و دانستہ اپنے پر ستم نرگس
نہین رکھتی ہے [illegible] مگر کچھہ اپنے نم نرگس
نظر آتا نہین [illegible] کا کچھہ بھرم نرگس
کیا چاک گریبان گل نے ہے تب سے قلم نرگس

یہ دو آنکھین تو کیا ہون چار شیدا کو خواہش ہے
جناب مرتضیٰ مین ہو بسے سر تا قدم نرگس

کسی کو رتبۂ حشمت کی کسی کو جام کی خواہش
کیا ہے دیر ہی پہلے ہی قدم مین کعبۂ دل کو
خراش سینہ ہو لیکن نگین کی طرح دنیا مین
سوائے بندگی رب نہین کچھہ مطلب دل ہے

مجھے ہے آستان بوسی سے صبح و شام کی خواہش
خدا جانے کہ کیا کرتی ہے اصنام کی خواہش
نہ روشن رو سیاہی کے سوا ہو نام کی خواہش
غرض اکرام سے مجھکو نہ ہے انعام کی خواہش

کوئی طالب کسی شے کا ہو لیکن دل کو شیدا کے
جناب مرتضیٰ سے ہے سدا آرام کی خواہش

بلبل کو ہو بہار مین گلزار کی تلاش
ٹکڑے دل و جگر کو کیا جس نے بار ہا
کب نام گل ہے وادی الفت مین اسلئے
دیتا ہے پیچ و تاب یہہ دل ریز خین

لیکن مجھے سدا ہے مرے یار کی تلاش
ہے مجھکو اب تلک اوسی خونخوار کی تلاش
ہے پائے رہروان کو سر خار کی تلاش
کس مو کمر کے زلف کی ہے تار کی تلاش

گنج کرم سے بخشئے مولا کچھہ اس قدر

چندا کو ہو نہ پھر کسی زردا کی تلاش

دو شنبہ ہے سرخ ہے یہان صبح و شام رقص
دیکھے نہ یوتا ریہ مجلس تمام رقص

خوش نے کیا ہے یار کو بس میرے بیطر
حسن تنے دکھیا ہوا نظر مین سے عام رقص

تسخیر وحشش و طیر تو یا خاص و عام تک
رکھتا ہے سبکے حق بہ ترا حکم دائم رقص

گر چہوڑ بزم غیر کو آجائے یہان تک
دکھلاؤ ان تجھکو دیا ہی یکا ہے نام رقص

دو نون جہان مین کیہان نہ ہے تیرا ثانی
چندا کو تیرے در کا ملے ہے مدام رقص

سوا تیرے نہین رکھتا کسی سے مدعا مخلص
جو تو سمجھے نہ سمجھے ہی یہ تیرا بیان فدا مخلص

عزو اب جانفشانی کا ہے تجھکو غیر کی لیکن
نہ دیکھے گا جہان مین ہم سا کوئی باوفا مخلص

سبھے منظور ہے ہر آن مین خاطر رقیبون کی
بلا کو ہے غرض تیری رہے خوش یا خفا مخلص

ہون دل سے والہ و شیدا ادا و ناز کا کشتہ
جلاؤ یا کہ مارو ہون قدیمی آپ کا مخلص

جناب پاک سے تیرے ہی چندا کو مطلب ہے
سمجھ اپنے موالی کا تجھے مشکل کشا مخلص

مشک سے مطلب نہین اوسکو نہ عنبر سے غرض
ہے جسے صبح و مسا گیسوئے دلبر سے غرض

بزم مین تیری جیا جائے ہے جو عیش سے
ہے ہمین یان بس ہے اپنے دیدۂ تر سے غرض

ہے عجب اس بزم مین وہ ہووے گرم گفتگو
شمع کے مانند جسکو تا ہے سر سے غرض

دولت و دنیا ملے لیکن پری رخسار کے
ہے تصور مین عرق کے گنج گوہر سے غرض

جسکو تو چاہے اوسے سب چاہین چندا کو سدا
ظاہر و باطن مین ہے مولا کے منظر سے غرض

رکھتے ہین میرے اشک سے یہ دیدۂ تر فیض
دامن مین لیا اپنے ہے دریا نے گہر فیض

پر تو عجب کیا ہے کرے مجھکو کرم سے
رکھتی ہے دو عالم پہ تری ایک نظر فیض

اک جام پہ بخشے ہے یہاں رتبہ جم کو
محروم نہیں کوئی ترے خوان کرم سے

کس کی نگہ مست سے رکھتی ہے خمر فیض
ہے حصر خدائی کا ہی سب تجہہ پہ مگر فیض

چندا رہے پرتو سے ترے یا علی روشن
خورشید کو ہے در سے ترے شام و سحر فیض

جب سے ہے دلکو مرے اوس سیم ایجاد سے ربط
خار آنکھون مین ترے ہم ہی رہے رشک چمن
متحد عاشق و معشوق ہین باطن مین بہم
حال دل عرض کرون دل مین تھا اوسکے آگے

تب سے رہوے ہے سدا نالہ و فریاد سے ربط
بلبل و گل سے ہے قمری و شمشاد سے ربط
ظاہرا گو کہ نہ تھا شیرین کو فرہاد سے ربط
مرگ نے دی ہین مہلت جو ہو جلاد سے ربط

ہو سکے کب جو اوٹھاوے وہ کسی کی منت
بس ہے چندا کو علی تیرے ہی امداد سے ربط

کر دل نگاہ ناوک جانان کی احتیاط
غیرت نے میری چشم سے آنسو کو رہ نہ دی
وا شد کہان ہو غنچۂ خاطر رقیب سے
دیکھا ہے جب سے اوس بت کافر کو ہے یہ حال

لازم ہے میزبان کو مہمان کی احتیاط
ہوتی ہے پاسبان کو زندان کی احتیاط
گلچین سے ہو سکے نہ گلستان کی احتیاط
کرنی پڑی ہے شیخ کو ایمان کی احتیاط

ہے گلشن نجف مین ترے ہاتھ یا علی
چندا اسی عندلیب غزلخوان کی احتیاط

تجھے ہے آئینہ رو میری گر صفا ملحوظ
جو اختلاط تو غیرون سے روز کرتا ہے
اگرچہ جان سے اپنے ہون سب طرح حاضر
جہان کے بزم مین بیٹھا نہ سوزبان سے شمع

نہ رکھ غبار دل آشنا سدا ملحوظ
مگر ہے صبح و مسا مجھ پہ کچھ جفا ملحوظ
کرون مین کیا ترے دل مین نہین وفا ملحوظ
جلے ہے تجھ پہ ہوا کچھ نہ مدعا ملحوظ

یہ جانے کہ ہمیشہ چندا سدا کنیزی مین

خدا کرے کہ رکھے تجھ کو مرتضیٰ محظوظ

رہے ہے روز و شب باہم وہ سیمبر محظوظ
ہوا نہ آہ کا اپنے کبھی اثر محظوظ

دریغ چشم کرم سے نہ رکھ کہ اے ظالم
کرے ہے دلکو مرے تیری نکیط محظوظ

نہ بار بار سو سو ہو نہ بات کی مجھکو
رکھے جو ایک ہی آن مین لشکر محظوظ

تماشا ایک خدائی کا ہم دکھاتے ہین
تو کیجیے بندہ نوازی ہوے ہو گر محظوظ

یہی دعا ہے کہ چندا کا دل علی ولی
ترے کرم سے رہے شام اور سحر محظوظ

جب مقابل شعلہ رو کے بزم مین آتی ہے شمع
مثل پروانے کے سو بیتاب جل جاتی ہے شمع

حسن کی شہرت کو تیری سن کے اے خورشید رو
کھلنے سے باد صبا کے سخت شرماتی ہے شمع

چشم تر اور جان لب پہ ہے ماہ رو کے عشق مین
دیکھیے وقت سحر اب جان سے جاتی ہے شمع

کھول مت محفل مین ان زلفون کو پیارے رات کو
دیکھ کر مار سیہ کو جی سے گھبراتی ہے شمع

چاہیے کونین مین دست حمایت یا علی
ساتھ چندا اپنے لے ایمان کی آتی ہے شمع

ہنسنے سے مجھکو طبیب اب تو نکر یار کے منع
سنتے ہین حق مین یہ پرہیز ہے بیمار کے منع

خوبی ناز سراپا ہے عجب شئی زاہد
کیون تو انکھیلی کو کرتا ہے طرحدار کے منع

دے جزا اوسکو خدا خیر کی فصل گل مین
جو کرے ذبح کو اس صید گرفتار کے منع

بعد یک عمر کے ساقی نے الشب مجھکو دی
مت تو لینے سے کر اب ساغر سرشار کے منع

آرزو ہے یہی چندا کو محبت مولا
دیکھنے سے نکرے تا کسی زوار کے منع

کرتا ہے مجھکو دیکھکے کیون جستجوئے تیغ
ہے سر مرا جا لطف آب جوئے تیغ

زخم جگر کی اوس سے نرکھ چشم التیام
سیف زبان پہ جھکے ہے گفتگوئے تیغ

کل نہ ہوتا مرا مقتل عشاق مین ترے
قد ہو نہ سرکشیدہ تھا کوئی روبروے تیغ
ہووے ابھی تڑپ سے رہا بسملون کا جی
بار دگر نکالے جو تو زو سے تیغ

حیدرا کے خیر خواہ کو عزت ہو یا علی
اوس کا سدا رہے سر بدخواہ سوئے تیغ

کھینچے ہے جس پہ تیغ کو تو گھات کی طرف
لائے وہ نذر سر کو ترے ہاتھہ کی طرف
کیا تجھ سے سوز دل کہون اپنا برنگ شمع
کہتا ہے دیکھہ دیکھہ کے دل رات کی طرف
باطن مین دلکو گو کہ جلایا ہے تو نے آہ
ظاہر کی تو نظر ہو مدارات کی طرف
مجھکو بہار باغ سے کیا کام عندلیب
دل ہے وہ گلبدن کے ملاقات کی طرف

بے شک و ریب یا علی ہر ایک جان سے
حیدرا کو بس ہے تیرے عنایات کی طرف

کیون نہو دل اہذلون مین بلبل زار نجف
ہے مری مد نظر مین صحن گلزار نجف
دولت کونین ہو جائے فراہم آن مین
باریابی ہو مجھے جو دم بدربار نجف
اوس موالی کو نہو پھر خواہش باغ بہشت
جان و دل سے جو کوئی ہووے طلبگار نجف
خلق کی ہے کاربرآری اوسیکی ذات سے
کون ہے وہ جو نہین محتاج سرکار نجف

گو سراپا تو ہے غرق بحر عصیان خوف سے
بس حمایت کو تری حیدرا ہے سالار نجف

ہر رنگ سے ہزار جھلک گو دکھلائے برق
چشمک کا لطف یار کے ہرگز نہ پائے برق
باہر جو نکلے برقع سے وہ روئے آتشین
چادر مین ابر کے وہین منہ کو چھپائے برق
گرمی سخن ہے آنکھہ لڑانے مین کچھہ فقط
چتون بھی اوس بھبوکے کی ہے آشنائے برق
چشم پر آب و آہ شرربار سے ہے کام
خواہش نہ ابر کی ہے مجھے نے ہوائے برق

گرمی وہ ہووے حسن مین حیدرا کے یا علی

جلوہ کو اونکے دیکھ کے بس لوٹ جائے برق

سال گزرے ہین کہ در پردہ ہے ماہ معشوق
تیک کب ہوتا ہے تمنا کہ سدا رہتے ہین
آہ پُر زور نے کھولی نہ گرہ طالع کی
دیکھئے تو وہ ستمگر سے دکھاوے اللہ

ڈھونڈھتے ہے کونسی آنکھون سے نگاہ معشوق
غمزہ و ناز و ادا عشوہ سپاہ معشوق
مجھسے دل تنگ ہوا ملتا ہے جو شاہ معشوق
اب گزر جان سے رکا ہوا ہین راہ شوق

کب بھیہ وصال ہے حیدر اثری اے شاہ نجف
پرورش تجھسے ہے عاشق کی نباہ معشوق

وہ یون دستار پیرا ہنے ہے طفل تند خو عاشق
مری نازک مزاجی کی نہین رکھتا خبر ہرگز
خوشی خوبون کی ہے عاشق کی رسوائی مین کچھ ورنہ
ہنون کیون بلبل رضوان جنت تیرے شیدائی

کہ ہو سکتا نہین جز آئینہ کے روبرو عاشق
وہ سنگین دل نہین ممکن کہ سکا ہو کبھو عاشق
کرے نا نظر سے خاک کو دل کے رفو عاشق
کہ تجھ پر ہے مرے گلرو ترا ہی رنگ و بو عاشق

ہو سو جان سے تجھپر تصدق یا علیؑ کیونکر
بدل ہے نام پر حیدر اترے سب لیے گفتگو عاشق

تجھ بغیر آنکھون مین میری شب ہوا یون جون ابر برق
سر سری ہرگز نہ سمجھ مت دل جلون کی اپنے آہ
ہجر کے غم کی گھٹا دل پر مرے یون دیکھ کر
ایک ہی شعلے مین بس جائے پانی ہو گئیں

ڈر سے باد لے لیا پہلو مین اپنے داب برق
جسکی گرمی سے سدا ڈالے ہے بر خود آب برق
آنکھ سے اپنے سدا اپنے گائے خون ناب برق
عشق کی آتش کے گر ہمسر ہو تیغ و شتاب برق

گرم رو ہے یہ دل حیدر انجف کو یا علیؑ -
جسکی حسرت سے پھرے ہے چرخ پر بیتاب برق

آیا نہین ہے خواب مین بھی یار اب تلک
مست نگہ مین مست ہین پر ایک تجھ سوا

مین منتظر ہے دیدۂ بیدار اب تلک
دیکھا نہ ایسے دور مین ہشیار اب تلک

شربت سے اپنے وصل کے کر ایک دم
دیکھا رقیب ساتھ تھا گلرو کے تب سے آہ

یہ جان لب ہے تشنۂ دیدار اب تلک
کھٹکے ہے دل مین وہ ہی سر سے خار اب تلک

بولینگے لوگ ساقی کوثر سے حشر مین +
چندا مئی ولا سے ہے سرشار اب تلک

ہمرہ تھا رات طالع بیدار یہان تلک
کب اوٹھ سکے سوائے عصا کے زمین سے
ٹکڑے دل و جگر تو کیا پر یہی ہے عرض
شبنم سے کچھ غرض نہین چشم امید کو

آیا تھا اپنے گھر سے مرا یار یہان تلک
نرگس ہے تیری چشم کی بیمار یہان تلک
پھر آئے وہ کبھی تو ستمگار یہان تلک
ہے تازہ میرے اشک سے گلزار یہان تلک

چندا دماغ جائے فلک پر سنے سے نام
دل میرا ہے علیؑ کا طلبگار یہان تلک

ساغر سے کسکے چشم کے پیکر شراب دل
تیرے نگاہ گرم سے ساقی نہین ہے کچھ
سر کو مین اپنے نذر کیا بات کے لئے
ٹھری ہے جب سے آنکھ مری تیغ پر آہ

پھرتا ہے بیخودانہ سا مست و خراب دل
اوس شعلہ رو سے جل کے ہوا ہے کباب دل
اسیر بھی تیرا مجھسے نہین ہے حجاب دل
تڑپے ہے جان اور ہے پر اضطراب دل

چندا کی ہے یہ عرض کہ دونون جہان مین
اپنے طرف ہی رکھیو مرا بوتراب دل

تیری تو عندلیب غرض ہے بہار گل
دیکھا چمن مین واسطے بلبل کے جا بجا
اوس غنچہ لب کے یاد مین اشک گر مرے
آنکھون مین عندلیب کے خوشتر ہے ہر کلی

تو دیکھ میرے یار کو کب ہو دو چار گل
ہرگز نہین رقیب سوا کوئے خار گل
شبنم کیطرح ہوتے ہین ہر دم نثار گل
کب نقش پا کے سامنے ہے افتخار گل

چندا انھو سے کیون ترے قربان یا علیؑ

تو جان عندلیب ہے تو اعتبار گل

ہو تری عمر خضر ماہ جمال
یون ہی تیری گرہ ہو سال بسال

رشتہ تار دم مسیحا ہو
ہو مبارک تجھے یہہ فرخ فال

پنجتن تجھپہ ہون کرم گستر
اور اللہ کا رہے افضال

شش جہت مین ہے شہرۂ بخشش
کہان حاتم مین ایسے تھے افعال

عرض سرکار مرتضیٰ مین یہہ ہے
پائے دونو جہان کا حیدا امال

ملتے ہین توقع یہ ترے غیر سے کم ہم
رکھتے ہین ترے دور مین یہہ چشم کرم ہم

پرواز کی امید ہے گو مرغ قفس کو
ہرگز نہون صیاد ترے دام سے رم ہم

جون شمع تری یک نگہہ گرم سے ظالم
رہتے ہین یہان عمر سے با دیدۂ نم ہم

یہان سلطنت کئے کی ہے ساقی کسے پروا
پینے سے ترے جام الست کے ہوے جم ہم

معروضہ یہہ حیدا کا ہے اب تجھ سے
دیکھین نہ کبھی گردش افلاک سے غم ہم

چمن سے کیون اڑی ہے آہ دلکو دیکھکر شبنم
کہ ہم بھی اشک ریزی مین ہین تیرے ہم اثر شبنم

اگر بلبل ترے معشوق کی عاشق ہین ہے وہ
گذر پھر کس لئے کرتی ہے گل پر ہر سحر شبنم

نہ ہمکو چین گلچین سے نہ تجھکو گل سے راحت ہے
محبت سے ہی ہم گذرے ہین تو بھی در گذر شبنم

ہماری آہ کی تاثیر پنہان ہووے گلشن سے
اوڑے ہے رنگ سے گل کے لگاکر بال و پر شبنم

تصدق جان و دل سے دین سے ایمان سے اپنے
ہے حیدا اپنے مولا کی تو ہو خورشید پر شبنم

عشق مین تنگ ہے مطلب ہے نہ ہے نام سے کام
کچھ کسے کوئی سدا اپنے ہمین کام سے کام

جب سے زلفون مین ترے یار گرفتار رہا
طائر دل کو ہمارے نہ رہا دام سے کام

منہ جو عارض و لب کا جسے چسکا ہوا ہے
پھر زلیخا لے سی یوسف مصری کی نہ بات

پھر کہو کیونکہ رہے شیشہ سے اور جام سے کام
نازنین اسکو برا تیرے جو دشنام لے کام

رکھے چندا نہ کبھی قیصر و خاقان سے غرض
کیونکہ اوسکو شہ مردان کے ہے انجام سے کام

باز آتے ہی نہین قاتل خونخوار سے ہم
تان کر ابروئے خمدار کو مت دیکھو ادہر
کس لئے شبلی کی نظر چڑہ گئی چیتون یارو
عمر بھر ہمکو ہے منظور محبت کا نباہ

پھر لگاتے ہین اسے دل کو اوسی یار سے ہم
ڈرنے والے نہین ظالم تری تلوار سے ہم
لڑتے ہی آنکھ کے کچھ ہوگئے سرشار سے ہم
نہین انکار کبھی کرنے کے اقرار سے ہم

عمر بھر یونہی رہے حسن کا چندا جلوہ
آرزو رکھتے ہین یہ حیدر کرار سے ہم

ظاہر مین یا کہ خواب مین صورت دکھا کہین
مین پوچھتا ہون دن کی تو کہتا ہے رات کی
بلبل نمط تڑپتا ہون گلزار و بہار مین
کی کو کس سے نے کوہ کنی مین نے جان کنی

تڑپے ہون انتظار مین اے شوخ آ کہین
معلوم یون ہوا کہ ترا دل لگا کہین
لیجائے یہ بہار ترے تک صبا کہین
جان باز تو نے اور بھی مجھسا سنا کہین

چندا کی عرض ہے یہی عالیجناب سے
عقدہ کو حل کرین مرے مشکل کشا کہین

ہمارے واسطے تم ملو اگر وہان بیقراری ہین
جو اہل دل کہ صاحب درد ہے آگاہ ہے وہ ہی
نہ وہ ہوش و حواس اب ہین نہ وہ تاب و طاقت ہے
کوئی ہے کھینچے لئے چلتا ہے تن سے روح کیا کیجے

اجی رہتے ہین ہم بھی یہان تمہاری یادگار مین
مزہ جو کچھ کہ ہے پچھلے پہر کی اشکبار مین
عجب حالت ہماری ہے تمہاری انتظار مین
اذیت کھینچتے ہین یار کیا کیا تیری یار مین

کرو مشکل کشا مشکل کشائی جلد چندا کی

نکلتا منہ سے ہے ہر دم یہی بے اختیار یہین

حاکم کے کہنے کا ہنین تجہکو اثر کہین
اس وضع پر ہو کیا مجہے پہر تیرا اعتبار
بو یا زمین دل مین سدا تخم آرزو
مجہسا جو بندگی مین کرے جان کو نثار

محکوم ایسا دیکہا کوئی بحنیبر کہین
رہتا ہے شام کو تو کہین اور سحر کہین
پر نارسائیون کا نہ دیکہا ثمر کہین
کب ہے یہ بیدلون کو جہان کے جگر کہین

چندا کو آرزو ہے یہی اوس پہ لطف سے
یا مرتضیٰ علی ولی ہو نظر کہین ؎

ظاہر کی گفتگو کو مرے پاس جا ہنین
فرہاد و قیس نے تو دیا جان عشق مین
یہان تک تو اوٹھ گیا ہے زمانہ سے اتحاد
جھگڑے ہزار مجہہ سے تو کر اور سب سے صلح

باطن مین ہم تو دل کے سوا آشنا ہنین
لیکن بھیہ دور مین کوئی مجہسا ہنین
دل بہی مرے بغل مین ہے پر آشنا ہنین
ہر چند مجہہ سے خوش ہو تو مین خفا ہنین

چندا سمجہہ کے کعبۂ دل یا علی ولی
اوسکو سوائے طوف نجف مدعا ہنین

جلوہ گر اندرون کچہہ اشک مین کم آنکہون مین
راست کہتا ہون سبہی پیچ کہلے ہین دل کے
دل مین رہتا ہے مرے گرچہ وہ طفل بدخو
نظرین بدلی ہین بطبیع گران خاطر ہو

اسلئے خون رہا آن کے جم آنکہون مین
ایک پہرتا ہے ترے زلف کا خم آنکہون مین
اشک کی طرح نہ ٹہرا کوئی دم آنکہون مین
یون فلک کب ہے سبکبار کہ ہم آنکہون مین

باغبان سے ہنین منت پہ نیاز مولا-
دل کے واشد سے ہے چندا کے ارم آنکہون مین

ہلال مہ نو کو کم دیکہتے ہین
حرم کو بنائے ہین اب دیر دل مین

وہ ابرو کا تیرے جو خم دیکہتے ہین
تجہے جب سے ہم اے صنم دیکہتے ہین

سنین تیری آتی ہے ایک بات اوبین | حسینون کو تیری قسم دیکھتے ہین
رہین کیونکہ بستی مین اس عشق کے ہم | جو آہو کو جنگل سے رم دیکھتے ہین

کنیزی سے ہے مرتضیٰؑ کے میسر
جو چندا یہ لطف اتم دیکھتے ہین

کٹی ہے ہجر کی شب ہے وصل یار کا دن | خدا نے ہمکو دکھایا ہے پھر بہار کا دن
اوٹھا بغل سے تو اے ماہ روکے تب سے | ہے یوجہ کیونکہ کٹا تیرے بیقرار کا دن
قسم تجھے سر مینا کی ساقیا می دے | نشے کی رات ہے یہ اور ہے خمار کا دن
سوائے نالہ و آہ و فغان اے زہرہ جبین | تمام ہووے نہ راحت سے دلفگار کا دن

کٹے ہے دم بہ جو چندا کا یاد مولا مین۔
گنے سے عمر مین اپنے وہ ہی شمار کا دن

باہم وہ کب خوشی سے ہین نہ تنگ خواب مین | جسکے خیال کو ہے مرے ننگ خواب مین
زخمی کیا وہ دل کو مرے شہسوار حسن | عاشق کی صف سے جو کہ رکھے جنگ خواب مین
سے نماز کعبہ کیا مین او صنم | دیکھا ہون جب سے در کا ترے سنگ خواب مین
بہنکا کبھی نہ راہ سے ظاہر مین خوشخرام | اٹکھیلیون کا مجھسے کرے ڈھنگ خواب مین

بیدار کیا نصیب ہے چندا کا یا علیؑ
باغ نجف کا دیکھا ہے جو رنگ خواب مین

مہیا دور مین جو عیش ہے تجھے سلطان | ندم سے بھی ہوا تھا اسقدر نوروز کا سامان
بھلا اب کوئی ہو کیا شان و شوکت مین ترا ہمسر | کھڑے ہین دست بستہ سامنے جب قیصر و خاقان
سنین کچھ حاجت اظہار شاہا حال دل میرا | ہر یک ذرہ کب مہر کرم سے ہے ترے پنہان
یہی مشہور عالم ہے گدا سے شاہ تک سب ہم | ترے خوان کرم پر کون ہے وہ جو نہین مہمان

سدا پلتے ہین چندا سے ہزارون جسکے سایہ مین

نظام الدولہ وشاہ دکن ہے رستم دوران

جو دیکھا یار کے عارض پہ پیچ خال تابان کو
رہا ہم ورس جون اوس رسمین عشق کے برسون
سوا گلرو کے اے بلبل ہوا آغوش خالی ہو
سیان سوزنگ سے دیکھا گریبان چاک کر کر بہی

کبھی ہیبتی کہ یہہ ہندو کرے ہے حفظ قرآن کو
سبق تھا واحق دعذرا کا وہان طفل دبستان کو
لگا دین آگ ہی مکہت ہم گلستان کو
ہینچتا ہی نہین ہے ہات میرا تیرے دامان کو

بچا ہی لینگے ہر یک جا محمد کے وسیلہ سے
جو اپنی آبرو سونپی ہے چندا شاہ مردان کو

تم منہ لگا کے غیرون کو مغرور مت کرو
شوے بہا کے ہر گہر سی زاری نہین ہے جو
ہر چند دل دکھانا کسی کا برا ہے پر
اے ہمدم جو جہہ سے ہے منظور اختلاط

لگ چلنا ایسے ویسون سے دستور مت کرو
یہ راز عشق ہے اسے مشہور مت کرو
رنجیدہ خاطرونکو تو رنجور مت کرو
جز ذکر یار تم کوئی مذکور مت کرو

روشن رکھو جہان مین مولا مثال مہر
چندا کے منہ سے نور کو تم دور مت کرو

تو اپنے بزم مین بٹھلا بیٹھنے اگر ہمکو
ہماری چشم نے ایسا کمال پایا ہے
قلق سے عشق کے ہوجائے دل یکیون غلطان
وفا کے ہاتھ سے اپنے کمال عاجز ہین

کھڑے ہون دیکھکے شاہان سحر بر ہمکو
جدھر کو دیکھئے آتا ہے تو نظر ہمکو
نظر جب آئے ترے کان کا گہر ہمکو
جفا تو اوسکی تھی معلوم بیشتر ہمکو

نہین ہے طاق سے کسری کے کچھ غرض چندا
ملا ہے جب سے کہ مشکل کشا کا در ہمکو

کیون تم ہر وقت لگاتا ہے حنا ہاتون کو
قتل پہ میرے کمر باندھ رکھا ہے جو قدم

تنگ لگتا ہے مرے خون سے کیا ہاتون کو
حق رکھے خوش تجھے ہر دو لیے سرا ہاتون کو

گر مرے دل کو چرایا ہنین تو نے ظالم
کھول دے بند ہتیلی کو بتاتا تون کو

نغمۂ سوز سے دل کیونکہ نہ پرواز کرے
رقص کرتا ہے تو ہر وقت بجاتا تون کو

مدعا پاوے گی چندا بھی سحر دعا
درگہ شاہ نجف مین تو اوٹھاتا تون کو

سامنے تیرے مژہ کے ہو نہ زنہار آئینہ
ہین آوے گر لگا ہر آئینہ چار آئینہ

عاشقون کے ہاتھ خالی ہون متاع حسن سے
عکس افشان ہی ہو تیرے سفت زردار آئینہ

منتظر اوس کی توجہ کے ہین سب شاہ و گدا
حسن سے جسکے لیا ہے گنج حرواد آئینہ

گر ہمین ہے محو رخ تیرا تو پیارے کس لئے
رات دن رکھتا ہے یکسان چشم بیدار آئینہ

نذر ہم کرتے ہین چندا بے تکلف اپنا دل
گر ہوا کی کو عشق سے ہووے درکار آئینہ

ہے مضامین کا یون اپنے نظر مین غوطہ
جیسے موجون کا مسلسل ہو گہر مین غوطہ

مردم چشم کو کیا مردم آبی سے مثال
کھائے وہ پانی مین یہہ خون جگر مین غوطہ

خوب سجتی ہے ترے بر مین یہہ پوشاک سفید
دیکھ خور نکلے ہے جیون نور سحر مین غوطہ

غور کیجے تو ہین پر نور جمادات و نبات
نہ تیرے جلوہ کا ہے ذات بشر مین غوطہ

یا علی قلزم خون خوار ہے دنیا مشہور
کھاوے چندا نہ کبھی اوسکے بھنور مین غوطہ

ہو شگفتہ گل صبا سے نہ اس دل کی وا گرہ
جب سے وہ غنچہ لب نے جبین پر دیا گرہ

دل قبض و بسط یار کے ہر شب ہے گرد
دیکھا جو بکھرے بکھرے ہیں زلف رسا گرہ

یک عقدۂ دل کا میرے فلک سے کھلے نہ حیف
پل مارنے مین غنچون کی کھولے صبا گرہ

یک عمر بعد گھر مرے آیا حجاب سے
وہ دیکھے سر سے پاؤن تلک جا بجا گرہ

چندا کو دو جہان کی خوبی نصیب ہو

کھولے کرم سے اپنے جو مشکل کشا گرہ

روکتا ہون جو ادا سے مجھے خفا رہتا ہے
دل یہہ میرا ترے کوچے ہی مین جا رہتا ہے

گریہ عیش بہیا ہے یہ اس محفل مین
خانہ آباد نہ تو ہووے تو کیا رہتا ہے

ہووے کسطرح بہلا تیری ملاقات نصیب
گھر مین تیرے ہی رقیب اب تو سدا رہتا ہے

بے سبب اوسکو خدا واسطے ٹھکرا نہ صنم
سر میرا تیرے ہی قدمون سے لگا رہتا ہے

دیکھ کہتے ہین یہہ چندا کو موالی علیؑ
حیدر آباد مین اک اہل وفا رہتا ہے

کھنا میاں شتاب مرے گلعذار سے
آنکھون مین جان آئی ہے انتظار سے

سدھرے نہ کچھ ترے صف مژگان کے سامنے
مردانہ دل تھا وہ کہ لڑے جو ہزار سے

بیکل کیا ہے ترے تصور نے جان من
کل کا نہ وعدہ کیجیو اس بیقرار سے

گو اختراع عیش کا معدن ہے تو مگر
رغبت مجھے ہمیشہ ہے بوس و کنار سے

میدان مین کوئی گوے سخن تجھ سے لے نہ جائے
چندا امید رکھ شہ دلدل سوار سے

دیکھا چمن مین دہر کے کیا کیا بہار ہے
ہے لالہ سو کوئی تو کوئی گلعذار ہے

دیکھا نہ آئینے نے کبھی جسکو آنکھ بھر
شکر خدا وہ اندنون ہمسے دوچار ہے

تو نے قرار وصل کیا مجھ سے ظاہرا
تب سے ہماری جان بہت بیقرار ہے

باغ بہشت آنکھون سے اب گر گیا مرے
دل مین بسا وہ سبزہ خط روئے یار ہے

چندا نے یا علیؑ ولی نام پر ترے
صدقے کیا ہے جان کو دل بھی نثار ہے

سنبھال اپنی گو اے شانہ ان لٹون مین اولجھا ہے
چھٹے ہین بن ڈسے کے زہر یہہ دو ناگ مین کالے

نہ پیدا وصل کی شب مین ہوا عاشق کا اک ارمان
جدائی سے لئے تیری ظالم قیامت مجھ پہ دن ڈھائے

اشارہ پھر اوسی ابرو کا چاہے ہے یہ دل میرا
کہ جس چشم سیہ نے سیکڑوں کے پل میں گھر گھالے

کہاں سمجھائے سے سمجھے ہے نادان قدر تو دل کی
نہ تو جب تک بٹے ظالم کسی بیدرد کے پالے

نہیں مخفی ہے حال دل علی سب تجھ پہ ظاہر ہے
تو ہے روشنگر خورشید اے چندا کے رکھوالے

مجھے نام خدا اوس شوخ کا یہ طور بھاتا ہے
ادا سے جبیں پہ ابرو ہو لبوں میں مسکراتا ہے

ستم ہے یہ کہ ترک چشم کا بیخود ہوں تس پر بھی
شراب پرتگالی تو مجھے ساقی پلاتا ہے

سفینہ دل کا میں ڈالا ہوں اب دریا میں الفت کی
لب ساحل ہے سلامت یا طلاطم ہی میں آتا ہے

نہ تو لے وادی الفت کیا ملے یار منصف ہو
صف عشاق میں ناحق تو اپنے کو کھاتا ہے

برنگ طائر قبلہ نما ہر آن دل میرا
ہر یک اطراف سے چندا نجف کو کھینچ لاتا ہے

بہت مخمور ہوں ساقی شراب ارغوانی دے
زکہ تشنہ مجھے ساغر براہ مہربانی دے

خجل جب سے کیا ہے مصر کو وہ ماہرو میرا
جبیں پر شان سے بیٹھے شقہ زعفرانی دے

گلہ کرتے ہو کیوں اے حضرت دل یار کا اپنے
کوئی معشوق کب عاشق کو داد جانفشانی دے

تصدق جان و دل اپنا کیا ہوں تجھ پہ مدت سے
کبھو تو بوسۂ لب بھی مجھے اے یار جانی دے

رکھے ہے آرزو چندا تصدق شاہزادوں کا
مرے سے جو ہیں عشقی دالی مرادیں من کی مانی دے

جو گیسوئے پری تک سے تقریر آتی ہے
پئے دیوانگان بیباختہ زنجیر آتی ہے

مرقع صفحۂ امکان ہے گو کلک مصور سے
نگہ میں ایک عالم کے تری تصویر آتی ہے

جو کچھ خوبی ہے چہرہ پر نمایاں خط خوباں میں
کہاں اس وضع کی کاتب تجھے تحریر آتی ہے

کرے گر قتل مجھ کو یا جلائے اوسکی ہو مرضی
پئے محکوم ہے حاکم پہ کب تقصیر آتی ہے

کجا ہے یا علی کیونکر مدد ہمہ روح شبر سے

کہ چندا پھر طوف مرقد شبیر آتی ہے

ہوا کچھ بھی نہ حاصل نالۂ شبگیر سے اپنے — گلہ ہمکو رہا ہے شور بے تاثیر سے اپنے
اسیر غم کو زندان سے نکالا بے سبب پھر کیون — سنا ہے غل بھی تو نے نالۂ زنجیر سے اپنے
یہ مرغ دل ہلال ابرو ترے مژگان کا قربان ہے — نکال اب آرزو میری کمان و تیر سے اپنے
جو ہو کوئی ترے تا آل عالم وصل کا پیاسا — نہ رکھیو تشنہ لب آب دم شمشیر سے اپنے

نہ ہو چندا زمانے مین کسی سے ملتی ہرگز
جو کہنا ہے تجھے کہہ شبر و شبیر سے اپنے

ہر روز جو یون ہی ستم ایجاد کروگے — دل عاشقون کے سیکڑون برباد کروگے
گر دام سے اپنے ہمین آزاد کروگے — پھر کس سے یہ کنج قفس آباد کروگے
اورون سے اگر دوستی رکھتے ہو ہمارا — باطن مین یقین ہے کہ ہمین یاد کروگے
ناشاد کئی دل مین نہ ملنے سے تمہارے — اب کبھی ہوگا جو اوہین شاد کروگے

سو جان سے ہوگی وہ تصدق مرے مولا
چندا کی جو کونین مین امداد کروگے

چشم کافر بھی ہے اور غمزۂ خونخوار بھی ہے — قتل کو پاس سپاہی کے یہ تلوار بھی ہے
کفر و اسلام مین ثابت ہے دل کس پہ بھلا — صاحب سبحہ بھی ہے مالک زنار بھی ہے
گر چہ راحت ترے ملنے سے ہے سوزش بھی وہی — جس جگہہ گل ہے ریحان وہین خار بھی ہے
کچھ سمجھ کر ہی کیا اوس نے تعلق اے دل — رحم پر صرف بجا اوسکے ستمگار بھی ہے

حال دل کس سے کہے چندا کہ ہر مشکل مین
یا علی تیرے سوا کوئی مددگار بھی ہے

گویا کہ تازہ کفر کی وہ ابتدا کرے — دل کو جو ان بتون سے کوئی آشنا کرے
پہنچا تو اوسکی خاک قدم میری چشم تک — جب خوب رو چمن مین گذر اے صبا کرے

ہوا اوس مین زرق برق زمانے کا الغرض
گلرو ہمیہ ایک غنچۂ دل کیا ہے میرا آہ

ہے ذی شعور وہ جو کسی دل مین جا کرے
گر ہو نسیم لطف تو سو عقدے وا کرے

چشم امید ہے یہی چندا کو روز و شب
میری طرف نگاہ کرم مرتضیٰ کرے

اگر وہ قامت زیبا نہ میری داد کو پہونچے
ادا شرط عبادت ہو سکے ہے کب ادا اس کی
رہے کوئی نہ عقدہ پھر عاشق سے باقی
ہوئے ہین عشق مین مشہور گرچہ قیس و وامق بھی

سلام حضرت اس گلشن مین ہر تمنا کو پہونچے
خودی کو اپنے جب بھولے خدا کی یاد کو پہونچے
خبر میرے جنون کی گر ستم ایجاد کو پہونچے
نہ کیجا ایک دم جو کوشش فریاد کو پہونچے

سخن کچھ حاجت تقریر چندا اب یہ روشن ہے
سوائے تجھ سے کون اب فریاد کو پہونچے

یاد آ گئی ہے دل کو مرے آہ کسیکی
خواہش تجھے غیرون کی سدا رہتی ہے لیکن
بوسہ بھی کوئی مانگے تو دے جان کے خیرات
کس طرح کہون آہ بھلا حال دل اپنا

تکتا ہون شب و روز جو مین راہ کسی کی
ہمکو تو نہین تیرے سوا چاہ کسی کی
خاطر کو نہ رنجیدہ کرا یا وہ کسی کی
سنتا نہین کچھ بات وہ دلخواہ کسی کی

تحقیق کیا ہم نے بسجادہ نجف کے
چندا کو تمنا نہین واللہ کسی کی

عجب کیا بلبلِ شیدا کا دل مین پھر نہ آیا ہے جوش آئے
نہین ممکن رہین وحشت زدہ پھر سکو ہوش آئے
کیا ہے ضبط اوس پردہ نشین نے عشق مین تیرے مین
ہوا وہ آئینہ رو محفل آرا بعد مدت کے

اگر ساغر بکف محفل مین اپنا ماہ وش آئے
طرف بستی کے یہ دیوانہ گر صحرا بدوش آئے
صدا آہ نا ممکن ہے دل سے تا بگوش آئے
اگر آئے بیان ناز تو کہدے با خموش آئے

بھادون نامۂ اعمال چندا بحر جوشش مین

جو میری جرم بخشی کو علی سامنے فروش آئے

مرا دل گھٹانے کے بھی ننگ و نام سے گذرے
یہ عشق نرگس چشم بت گلفام سے گذرے

رہی ہے ہمکو کیفیت سے اون آنکھون کے خونباری
چمن مین منت ساقی سے گذرے جام گذرے

کھین کیا جو کہ گذرے ہن تیرے عشق مین لیکین
کھان یہ ہوسکے جو تو خیال خام سے گذرے

رخ و گیسو و خال و طاق ابرو دیکھکر اوس سے
نماز دریوزہ و تسبیح صبح و شام سے گذرے

کرو امداد فضل حق سے یا مشکل کشا میری
سدا کونین مین چندا کو اب آرام سے گذرے

کھا کس نے کر دتم مجھ سے یون اقرار کیا سمجھے
پھر اکر مرغ کو اپنے کیون ہو بیزار کیا سمجھے

بزنگ شمع روشن ہے یہ اہل بزم پر لیکن
جو حالت اپنی ہم نے تم پہ کی اظہار کیا سمجھے

جو سچ پوچھو تو یہ زحمت اوٹھائی عشق شیرین مین
اگر فرہاد سے خسرو کرے تکرار کیا سمجھے

نہ ہمسر جسکے یک ناخن کے ہووے کیا حقیقت ہے
مہ نو دلمین قد ابروے خمدار کیا سمجھے

محمد جب کرین تعریف چندا کی حقیقت کیا
ہمارا کوئی رتبہ حیدر کرار کیا سمجھے -

ہم ہجر کو ناگھان اوس شوخ کے پالے پڑے
دل تو جاتا ہی رہا جان کے لالے پڑے

ہجر مین رو رہا ہون تیرے راتدن مین اسقدر
خون ہے دلکے بہے جاتے ہین پنالے پڑے

چاند سا منہ اپنا دکھلا دے کبھی او گلبدن
سیکڑون در پر ترے ہین دیکھنے والے پڑے

دست مشاطہ نے تجھے کیو نہو اوس زلف تک
جسکی ہر شین لٹکتے مین سدا کالے پڑے

آئی چندا آپکے در پر ہے دیوان یا علی
تکھیے ہون الماس کے اور لعل کے بالے پڑے

ہر شب ہے گذری یاد مین جس گلعذار کی
یک روز لی خبر بھی نہ اس بے قرار کی

کچھ کچھ نظر جو آتی ہے سیماب مین تڑپ
سیکھی ہے طرز دل سے مرے اضطرار کی

روز ازل جو جام محبت پلا دیا — سرخی رہی ہے آنکھوں میں اتنک خمار کی

خون جگر یہ آنکھوں سے امڈا کہ بہ چلا — لیکن کبھی یہ جھڑی نہ تھی اشکبار کی

حیدر کو اب دکھایئے دیدار یا علی
طاقت نہیں رہی ہے اوسے انتظار کی۔

شب کو ہمارے اون سے ملاقات ہوگئی — شکر خدا کہ ہم پہ عنایات ہوگئی

آتے ہی میں نے اوسکے کیا نذر نقد دل — مہمان کی ہر طرح سے مدارات ہوگئی

بدلے حنا کے خون ملا میرا پاؤں میں — تجھ سے جفا جو ہونی تھی ہیہات ہوگئی

خورشید رو قسم ہے یہ زلفوں کی تونے کل — وعدہ کیا تھا دن کا مگر رات ہوگئی

دست خدا سے مانگ لے حیدر بصدق دل
تو جان لے قبول مناجات ہوگئی

گل سے مونگے کی توقع یہ جیئے بیٹھی ہے — ہر کلی جان کو مٹھی میں لئے بیٹھی ہے

کبھی صیاد کا کھٹکا کبھی خوف خزان — بلبل اب جان ہتھیلی پہ لئے بیٹھی ہے

تیر و تلوار سے بڑھکر ہے تری ترچھی نگہ — سیکڑوں عاشقوں کا خون کئے بیٹھی ہے

تیرے رخسار سے تشبیہ اوسے دوں کیونکر — شمع تو چربی کو آنکھوں میں دئے بیٹھی ہے

تشنہ لب کیوں رہے اے ساقی کوثر حیدر
یہ ترے جام محبت کو پئے بیٹھی ہے

وہ وعدہ کرکے شکوہ تو ہم سے نہاں رہے — بولے سحر کو آئینگے خاطر نشان رہے

گر غیر خواہی آپکو منظور ہے تو بس — ایسا ہوا امتحان کہ پھر امتحان رہے

دامن کشیدگی سے ترے یار حیف ہے — یہاں چشم انتظار مری خونفشان رہے

میں اس سوا بساط میں رکھتا نہیں ہوں کچھ — بھیجا ہوں دل کو پاس ترے ارمغان ہے

کونین میں یہی ہے تمنا کہ یا علی

چندا یہ حق کرم سے ترے مہربان رہے ۔

مرے بر مین جب دم وہ دلبر رہے — تو دل میرا کاہے کو مضطر رہے
خلش تیرے مژگان کی دلمین ہے یون — کھٹکتا کہین جیسے نشتر رہے
جہان مین بہا ہے عاشق کوئی — نہین بات میری یہ باور رہے
اوٹھاؤن نہ سر کو قدم سے ترے — اگر خلق مین شور محشر رہے

یہی عرض میری ہے مولا علیؑ
ترا سایہ چندا کے سر پر رہے

بہار عیش لیکر باغ مین اب یون بسنت آئی — کہ بے تکلیف ہے شبنم سے گل کی بادہ پیمائی
صبا اوسکے لئے آئینہ وار چشم بلبل ہے — ہجوم نو عروسان چمن کی ہے خود آرائی
کسی نے مجھسے پوچھا ہے یہ چرچا بزم کا کسکے — کہا مین نے یہ دی ہے حاتم ثانی نے زیبائی
قدم رستم نہ چومے کیونکہ میدان شجاعت مین — ازل سے تا ابد مشہور ہے اب جسکی بولائی

دیا جو شرما گئی بخشش کی تاثیر بھی ہر اک دم مین
برنگ مہر ہے چندا یہ جسکی جلوہ فرمائی

بسنت آئی ہے موج رنگ گل ہے جوش صہبا ہے — خدا کے فضل سے عیش و طرب کی اب لگی آیا ہے
بیان مین کیا کرون اوسکے شبستان کا نوا لے اللہ — قضا و قدر جسکے جشن کا اب کار فرما ہے
سخاوت مین کوئی ہمسر نہو اوسکا زمانہ مین — وہی کرتا ہے پورا جسکے دلمین جو ارادہ ہے
خضر کی عمر ہو اوسکی تصدق سے اریسکے — نظام الدولہ آصفجاہ جو سبکا مسیحا ہے

یہی جوان کرم سے ہے سدا امید چندا کو
کسی کی بھی نہو محتاج تم سے یہ تمنا ہے

رو برو خورشید رو کے ماہ مین کیا نور ہے — داغ پایا چاند نے سو بے کلف مشہور ہے
غمزہ و ناز و ادا شیوہ ہے خوبون کا مگر — ہر سخن مین روٹھ جانا کونسا دستور ہے

عشق مین حق کے انا الحق کہ رہا ہے بار بار | ہر مژہ لخت دل اپنا ہمین منصور ہے
جسکو حوران بہشتی بھی پہونچ سکتے ہنین | لیلی و شیرین کا اوسکے آگے کیا مذکور ہے

عاجزہ چندا پہ بھی ہووے کرم یا مرتضی ع
بخش دو دو نو جہان مین سکو سب مقدور ہے

تمت

تاریخ طبع دیوان ماہ لقا سن طبع از اشعار شیرین بیان مولوی میر محمد علی صاحب متخلص بخشی

چھپایا اوس شہ خوبی کا دیوان اپنے مطبع مین | ہوا یہ گوہر عالی کا چندا جی یہ احسان ہے
مگر نام روشن کر دیا ہے اوسکا عالم مین | کہ جسکے حسن کا شہرہ دکن سے تا صفاہان ہے
کمی اعدا کے سر کو کاٹ کر تاریخ بخشی نے | گلستان حمیت ماہ لقابائی کا دیوان ہے

۱۳ ۲ ۴

ولہ

چھپایا گوہر والا حسب نے | جو ہے بیمثل دیوان رہبر عشق
مصنف ماہ لقا بائی ہین اسکی | ہویدا ہر غزل سے ہے سر عشق
سر الفت سے بخشی سال کہدو | کہ ہے دیوان چندا دفتر عشق

۱۳ ۲۴